باب 1

حیاتِ حضرت نوشہ گنج بخشؒ

حالات و واقعات

نام

مخلوق خدا کی رہنمائی کے لیے برصغیر پاک و ہند کے جن جلیل القدر اولیاء سے علم وعرفان کا لامتناہی سلسلہ شروع ہوا ان میں قطب الاقطاب امام العارفین بانئ سلسلہ نوشاہیہ حضرت نوشہ گنج بخشؒ کا نامِ نامی بہت نمایاں ہے۔ آپ کا اصل نام حاجی محمد [1]، لقب نوشہ [2] اور خطاب گنج بخش [3] ہے۔ والد ماجد کا نام حضرت علاء الدین [4] اور والدہ ماجدہ کا نام بی بی جیونی [5] تھا۔ جو قصبہ ہیلاں [6] ضلع گجرات کے مفتی شیخ عبداللہ کی صاحبزادی تھیں۔ [7] لطائف گل شاہی کے مصنف نے آپ کی دادی صاحبہ کا نام اسالت [8]

1- محمد حیات (وفات 1173ھ/ 1759ء): تذکرہ نوشاہی؛ تصنیف 1146ھ/ 1733ء (قلمی) مملوکہ صاحبزادہ محبوب حسین نوشاہی سنگھوئی ضلع جہلم ص 128

2- تذکرہ نوشاہی مذکور ص 128 و برق نوشاہی: نوشہ گنج بخش؛ مطبوعہ ڈوگہ گجرات 1975ء ص 27

3- تذکرہ نوشاہی ص 128

4- ایضاً ص 64 ونوشہ گنج بخش ص 28

5- محمد اشرف منچری: کنز الرحمت (منظوم فارسی) تصنیف 1220ھ/ 1805ء گوجرانوالہ 1911ء ص 30

6- گجرات سے 25 میل جانب مغرب واقع ہے۔ سنسز رپورٹ کے مطابق رقبہ 2266 ایکڑ اور آبادی 3120 افراد، ڈاکخانہ اور پرائمری سکول موجود ہے۔ شہنشاہ اکبر کے ایک امیر شیخ علی بیگ کا مقبرہ موجود ہے جو گکھڑوں کیساتھ لڑائی میں مارا گیا تھا۔ ساتھ ہی ایک گاؤں شیخ علی پور آباد ہے۔
(Distt. Census Rport Gujrat -1961, Chapter III P.48)

7- شرافت نوشاہی: (مرتب) گنج شریف پنجابی؛ ادارہ معارف نوشاہیہ ساہنپال ضلع گجرات 1980ء ص 19

8- شیخ گل محمد (وفات 1170ھ): لطافِ گل شاہی؛ (قلمی) مملوکہ شرافت نوشاہی ساہنپال گجرات ص 51

خاتون لکھا ہے۔

ہفتاد اولیاء کے مصنف مولانا شریف الدین احمد مراد سہروردی بدایونی نے آپ کا نام حاجی بنو شاہ گنج بخش، اسرار طریقت کے مصنف سید محمد غوث بن سید حسن بادشاہ گیلانی قادری لاہوری (م 1152ھ) نے حاجی گِلگو اور نسب نامہ سادات (قلمی) کے مرتب جلال حسین شیرازی نے آپ کا نام نعمت اللہ نوشہ گنج بخش لکھا ہے۔[1] لیکن سلسلہ نوشاہیہ کے مآخذات تذکرہ نوشاہی، ثواقب المناقب [2]، کنزالرحمت اور تحائف قدسیہ [3] سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ دونوں نام صحیح نہیں ہیں۔ کیونکہ آپ کا اصل نام حاجی محمد، لقب نوشہ اور خطاب گنج بخش ہے۔

خاندان

سلسلہ نوشاہیہ کے تذکروں میں آپ کے خاندان سے متعلق زیادہ تفصیل دستیاب نہیں ہے۔ صرف محمد ماہ صداقت کنجاہی نے ثواقت المناقب میں اس قدر ذکر کیا ہے:

''دودمان مجموعہ کرامت ایشان، در قلمرو پنجاب بمشق صلاح و تقویٰ روشنائی دارد۔ وفہرست کمالات معانی پنہانی، آں صفا کیش، چوں نوشتہ کراماً کاتبین محو و منسی نتواند شد۔ خصوصاً شیخ رحیم الدین عم بزرگوار آں چراغ دودۂ کبار عم انوارہ، کہ چوں معنی، صاحب لفظ بودہ۔ ریاضت ذوالنون خمیدہ پشت و بجب مجاہدۂ آں شمشیر قطع تعلقات چوں نوں تنوین، وجود نداشت، وقربانی مقام ابراہیم فنافی اللہ یعنی شیخ علاء الدین، قبلہ گاہ حاجی کعبہ وجہ اللہ کہ جادہ پیمائی ابراہیم ادھم، چوں نقش مسطر، برائے بیت می شمرد، یک نفس بے سفر، کعبۂ قبلہ نما، آرام دلش ممکن نبود۔ قامت خم گشتۂ

1- جلال الدین حسین شیرازی: نسب نامہ سادات (قلمی) مخطوطات شیرانی پنجاب یونیورسٹی لائبریری لاہور نمبر 2209 ورق 71 , 70

2- محمد ماہ صداقت کنجاہی (وفات 1148ھ/1735ء): ثواقب المناقب؛ تصنیف 1126ھ/1714ء مرتبہ ڈاکٹر وحید قریشی شامل اورینٹل کالج میگزین، جنوری 1960ء

3- پیر کمال لاہوری: تحائف قدسیہ؛ تصنیف 1186ھ/1772ء (قلمی) مملوکہ صاحبزادہ نصرت نوشاہی شرقپور

او، برنگ حطیم ، زیارت گاہ داستان و دِل پُرشور زمزم دار، صفا بخشِ پا کبازاں۔ از رشک داغ عشق ، آں مشکیں کاکل مسکین نواز حجرالاسود در سوادِ کعبہ چوں خال چہرہ حبشی، مستور۔ وازشرمِ حق گزارئ آں ابن السبیل سعادت، دمساز، ام القریٰ، عروس وار بحیا مشہور۔ کعبۂ پشمینہ پوش، باستقبال آں لبریز، زمزمہ شورِعشق، چوں صوفئ وجہ پرداز، از خویش می رفت۔ وکوہِ صفا بتعظیم آں گوہرِ کانِ صدق، مانند صدا، از سر خویش برمی خاست۔ شہرت بہفت حج آں دیباچہ ہشت بہشت برنگ سبعہ سیارہ حکم تواتر دارد...... مجموعہ تقویٰ وطہارت ''بی بی جیونی'' والدۂ ماجدۂ آں ابوالوقت، آں قدر جدوجہد عصمت و پاکی داشت کہ توحیدِ رابعۂ بصری پیش تفرید آں یگانہ عصر صفروار در ہیچ شمار نبود۔''(1)

آپ کے والدین اور چچا صاحبان کی بزرگی اور پرہیز گاری کے متعلق تمام تذکرہ نگاران صداقت کنجاہی سے متفق ہیں اور اس امر میں بھی اتفاق رکھتے ہیں کہ آپ کے والدمحترم نے پیادہ پا سات حج کرنے کی سعادت حاصل کی۔ آپ کے والد شیخ علاء الدین المشہور حاجی غازی ، شیخ رحیم الدین (چچا) اور والدہ مرحومہ کی قبور موضع گھگانوالی (2) تحصیل پھالیہ گجرات میں ہیں۔

1- ثواقب المناقب ص 77-76

2- گھگانوالی تحصیل پھالیہ ضلع گجرات میں ایک چھوٹا سا گاؤں گجرات سے براستہ سڑک 44 میل جنوب مغرب واقع ہے۔ کل رقبہ 1594 ایکڑ، آبادی ایک ہزار نفوس سے بھی کم ہے۔ دو مرتبہ برباد ہوکر آباد ہوا۔ گاؤں کے مغرب میں قدیم ٹبہ ہے۔ جو آجکل قبرستان ہے۔ بحوالہ (Distt. Sensus Roport Gujrat)

اس مقالے کے تسوید کے سلسلہ میں گھگانوالی جانے کا اتفاق ہوا تو گاؤں کے امام مسجد کے ہاں بڑے سائز کی ایک پرانی اینٹ موجود تھی جو ان کے بقول گاؤں کے قدیمی قبرستان سے برآمد ہوئی۔ اینٹ پر یہ شعر کندہ تھا:

اِٹاں تھپن ہارا لالہ ناں گھمیار ــــ کنو دا بالن بالیا سکندر دا وار

اصرار کے باوجود امام مسجد نے اینٹ کی تصویر نہ بنانے دی۔ سکندر سے مراد سکندر لودھی ہوسکتا ہے۔

جائے ولادت گھگانوالی

بقول مولوی نور احمد چشتی '' نوشہ صاحبؒ کا وطن قدیمہ گھگیاں والی''[1] پیر نواب علی کے قول کے مطابق نوشہ صاحبؒ گکھیانوالی[2] میں پیدا ہوئے جبکہ کنزالرحمت کے مصنف مولوی محمد اشرف منچری نے گھگانوالی کونوشہ صاحبؒ کا قدیمی وطن قرار دیا ہے:

گھگانوالی وطن قدیم آں ولی ست
ز بھلوال دور است کوہفت و بیست[3]

تحقیق سے ثابت ہوتا ہے کہ نوشہ صاحبؒ نے جس گاؤں میں جنم لیا اُس کا صحیح نام گھگانوالی ہے، جو ہیڈ قادر آباد روڈ گجرات سے 44 میل بجانب جنوب مغرب تحصیل پھالیہ میں واقع ہے۔ محکمہ مال ضلع گجرات کے ریکارڈ کے مطابق:

> ''پہلے اس رقبہ میں دیہہ کہنہ معروف گھگانوالی پڑا تھا۔ مالکان آباد کنندہ اس دیہہ کے عہد سلطنت متعلقہ میں نیست و نابود ہوگئے۔ پھر ''قوم تارڑ'' کا مورث آباد ہوا۔ وہ بھی کسی غدر میں کسی صدمے سے اجڑ گئے اور دیہہ ویران ہوگیا۔ عرصہ چار پشت کا ہوا بعہد سردار مہاں سنگھ مسمی وارث شاہ قوم سید گوت بخاری نے موضع لورلورابا[4] پرگنہ ضلع ہذا سے اٹھ کر دیہہ کہنہ پر باعانت حاکم وقت آباد کیا۔ تب سے برابر ایک جگہ آباد ہے ویران نہیں ہوا۔ ایک تہہ کہنہ معروف ''ساندر'' رقبہ دیہہ ہذا میں واقع ہے۔ رقبہ اس تہہ کا شامل ہر دو گاؤں

1- نوراحمد چشتی: تحقیقات چشتی؛ پنجابی ادبی اکیڈمی لاہور 1964ء ص 245
2- ماہنامہ القادر نوشاہی، گمٹالہ گورداسپور جنوری 1925ء ص 22
3- کنزالرحمت ص 30
4- اس نام کا کوئی گاؤں اب اس علاقے میں نہیں ہے۔

کے محفوظ ہے۔ مالکان اس تہہ کا معلوم نہیں کہ کون تھے اور کب اُجڑ
گئے۔ باقی اقوام متفرق مندرجہ شجرہ نسب وقت تصدیق چٹھہ بندوبست
میں بموجب حکم یکم اپریل 1856ء میں مالک بن گئے۔ نام تہہ کہنہ
گھگانوالی مشہور ہے۔''(1)

عہد حاضر کے تقریباً جملہ مصنفین اس بات پر متفق ہیں کہ نوشہ گنج بخشؒ نے موضع گھگانوالی تحصیل پھالیہ ضلع گجرات میں جنم لیا۔ مگر یہ گاؤں ان کا آبائی اور قدیمی وطن نہیں ہے۔ کیونکہ اُن کے آباؤ اجداد کا قدیمی تعلق اس گاؤں سے نہ تھا۔

قدیم آبائی وطن پنن وال

حضرت نوشہ صاحبؒ کے والدین کا آبادئی وطن موضع پنن وال (2) تھا جو آجکل تحصیل پنڈ دادن خان ضلع جہلم کا ایک اہم گاؤں ہے۔ یہ گاؤں پنڈ دادن خان سے تقریباً 13 میل بجانب مشرق اور جہلم سے 39 میل بجانب مغرب آباد ہے۔ زرعی علاقہ ہے مٹی بہت زرخیز ہے۔ کل رقبہ تقریباً 5189 ایکڑ اور آبادی 4692 نفوس پر مشتمل ہے۔ (3)

1- مسل حقیت۔ موضع گھگانوالی، بندوبست سرسری 1857ء قانونی بندوبست مئی 1868ء محافظ خانہ محکمہ مال گجرات

2- کنز الرحمت کے اکثر قلمی نسخوں میں آبائی وطن پنن وال لکھا ہوا ہے۔''پنن وال وطن قدیم آں ولی ست، ز بھلوال دور است کوہفت و بیست'' لیکن مطبوعہ نسخہ میں پنن وال کی بجائے گھگانوالی درج ہے جو تحقیقی اعتبار سے غلط ہے۔ دیکھئے کنز الرحمت قلمی مملوکہ محبوب حسین نوشاہی موضع سنگھوئی۔ کنز الرحمت کے علاوہ اور بھی کئی شعراء کے کلام سے پنن وال کی تصدیق ہوتی ہے۔ دیکھئے سی حرفی مدح نوشہ پیر (قلمی) از صاحبزادہ شیر علی نوشاہی مملوکہ امجد اقبال نوشاہی موضع رنمل تحصیل پھالیہ اور تحائف اصفیاء از سائیں محمد حسن مطبوعہ 1942ء

پنن وال پہلے تھا آرام گاہ وہاں راجپوتوں کا تھا عز وجا

3- Distt. Census Report Jhelum - 1961 - P - 44

پنڈ دادن خان سے لے کر شیر پور تک ''علاقہ جالپ'' کہلاتا ہے۔ علاقہ جالپ کی لمبائی تقریباً 15 میل اور چوڑائی تقریباً 5 میل ہے۔مغرب کی طرف دریائے جہلم ،جنوب کی طرف سالٹ رینج پہاڑوں کا طویل سلسلہ ہے اور پہاڑ کے ایک جانب قلعہ نندناں ہے جسے راجہ انند پال نے تعمیر کرایا تھا۔محمود غزنوی نے اسے شکست دی تھی۔ روایت ہے کہ البیرونی نے اپنی مشہور ''کتاب الہند'' کا بیشتر حصہ اسی علاقے میں ہی لکھا تھا۔ یہ تمام علاقہ ''جالپ'' قوم کی ملکیت ہے۔ یہاں کے باشندے اپنے نام کے ساتھ راجہ ، رائے اور خان لکھتے ہیں۔ جالپ قوم اس علاقے میں صدیوں سے آباد ہیں۔ چوہدری ناصر علی خاں مرحوم کی تحقیق [1] کے مطابق اس علاقے کے جالپ سورج بنسی پنوار خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ اور پنن وال کا علاقہ ان کے بزرگ پنن خان (پنجن خان) نے آباد کیا تھا۔ جالپ ہر دور میں حکومت کے اعلیٰ عہدوں پر فائز رہے ہیں۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ کے ایک بڑے سردار راجہ احمد خاں جالپ کا تعلق موضع شادی سے تھا جو موضع پنن وال سے متصل ہے۔ بقول صاحبزادہ محبوب حسین نوشاہی سجادہ نشین دربار نوشاہی سنگھوئی ضلع جہلم ،حضرت نوشہ گنج بخشؒ کے دادا سنگین خاں کسی معرکہ میں شہید ہوگئے تھے۔ بعد ازاں نوشہ گنج بخشؒ کے والد ، والدہ ، چچا شیخ رحیم الدین نے پنن وال سے ملکوال کی جانب ہجرت کی اور گھگانوالی میں سکونت اختیار کی۔ حضرت نوشہ گنج بخشؒ کے بزرگ جو زمین اپنے آبائی گاؤں میں چھوڑ گئے تھے اُسے صاحب خان کی پتی کہتے تھے۔ اُس زمین کا کچھ حصہ پیر بخش جالپ اور راجہ احمد خاں جالپ کے خاندان کے پاس ہے اور باقی حصہ اب تک رائے سردار علی خان (وفات 1971ء) کے خاندان کے قبضہ میں ہے۔ان حقائق کی تصدیق 17۔ اکتوبر 1984ء کو پنن والی میں ایک ملاقات میں رائے سردار علی خاں مرحوم کے بڑے بیٹے خضر حیات

1- تحقیق علاقہ وقوم جالپ از چوہدری ناصر علی خان مرحوم (قلمی) مملوکہ راجہ شفقت محمود پنن وال ، اسکی نقل پنن وال کے ہر بڑے گھر میں موجود ہے۔

(سکنہ پنن وال) نے خود کی۔ رائے سردار علی خاں مرحوم کے چار بیٹے خضر حیات عمر تقریباً 58 برس، محمد اکبر، محمد افضل اور سلطان محمود بقید حیات (17۔ اکتوبر 1984ء تک) ہیں۔ ان کی حویلی بے حد وسیع وعریض ہے۔ سب سے پہلے پختہ مہمان خانہ ہے۔ پھر دالان ہے۔ صحن میں آٹھ چھتناور درخت ہیں۔ دو برنا کے درخت اور ایک قدیم پیپل ہے۔ اس حویلی کو ''شاماں والا دیرا'' کہا جاتا ہے۔ سردار علی خان کی زندگی میں جمعہ کی نماز کے بعد اس دیرے میں جالپ راجپوتوں کا ہفتہ وار اجلاس ہوتا تھا۔ بقول خضر حیات خان:

''اساں اپنے بزرگاں کولوں سنیا اے کہ نوشہ صاحبؒ دے والد درویش طبیعت سن تے اوہ اکثر ایس پیپل دے ہیٹھاں بیٹھدے سن۔ اک واری حضرت داؤد حقانیؒ (المشہور رودا حقانی) اوہناں کول تشریف لیائے تے ایس پپل ہیٹھاں ڈیرا کیتا۔ اوہناں نے داؤد حقانی دی بڑی خدمت کیتی۔ جیہدے تے اوہناں خوش ہو کے نوشہ صاحبؒ دے والد نوں دعا دتی کہ فقر تیرے خاندان وچ ہووے گا۔ ایہہ پپل اج وی اوہناں دی یادگار اے۔ پنن وال دے لوک عقیدت نال ہر روز ایس تھاں تے دیوا بالدے نیں۔[1] راجہ شفقت محمود دے بقول پنن وال دے جالپاں دا ایہہ عقیدہ اے کہ داؤد حقانی تے نوشہ صاحبؒ دے بزرگاں دی ایس یادگار اُتے جیہڑی دعا کیتی جاوے قبول ہو جاندی اے۔''

صاحب خان کی پتی کی کچھ زمین پیر بخش جالپ مرحوم کی اولاد کے پاس موجود ہے۔ مرحوم کی اولاد میں سے راجہ شفقت محمود (ساکن پنن وال) راجہ لہرسپ خان ایڈووکیٹ جہلم اور راجہ ریاست علی خان (سابق کنٹرولر بورڈ آف انٹرمیڈیٹ اینڈ

-1 عقیدت کی بنا پر اس جگہ ارد گرد چار دیواری بنائی گئی ہے۔ درختوں پر رنگ برنگ کے جھنڈے لہراتے ہیں۔

سیکنڈری ایجوکیشن راولپنڈی) (17۔اکتوبر 1984ءتک) بقید حیات ہیں۔

محکمہ مال موضع پنن وال علاقہ جالپ پرگنہ پنڈ دادن ضلع جہلم کے ریکارڈ سے پتہ چلتا ہے کہ مذکور جملہ بیانات درست اور صحیح ہیں کہ نوشہ صاحبؒ کے بزرگوں کی زمین صاحب خان کی پتی[1] کے نام سے موجود تھی اور نوشہ صاحبؒ کے والد کا شجرہ نسب تین چار پشتوں کے بعد صاحب خان سے مل جاتا ہے۔ جس سے اس امر کی تصدیق ہو جاتی ہے کہ حضرت نوشہ صاحبؒ کے والدین کا قدیمی اور آبائی وطن پنن وال ہی تھا جبکہ صاحب خان کے آباو اجداد موضع رام دیانہ تحصیل کالووال ضلع شاہپور[2] سے یہاں آئے تھے۔

بقول شرافت نوشاہی حضرت نوشہ صاحبؒ کے آباؤ اجداد میں سے جلال الدین گھگانوالی آ کر آباد ہوئے تھے۔ پھر تین چار نسلوں تک یہاں ہی رہے۔[3] تاریخی اور تحقیقی اعتبار سے یہ بات پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچتی کیونکہ جلال الدین حضرت نوشہ گنج بخشؒ کے پڑدادا تھے اگر نوشہ صاحبؒ کے پڑدادا نے ہجرت کی ہوتی تو پھر ان کی اور اُن کے بیٹے سنگین خان کی قبریں گھگانوالی میں ہوتیں۔ جبکہ گھگانوالی میں نوشہ صاحبؒ کے والد، والدہ صاحبہ اور چچا کی قبور[4] موجود ہیں۔ آپ کے دادا سنگین خان

1- آخر میں ضمیمہ نمبر 1 دیکھئے۔ فرد جمعبندی موضع پنن وال

2- آج کل یہ ضلع سرگودھا میں شامل ہے۔

3- شرافت نوشاہی: شریف التواریخ جلد اول، ادارہ معارف نوشاہیہ ساہن پال، گجرات 1979ء ص 918

4- نوشہ صاحبؒ کی والدہ اور چچا رحیم الدین کی قبریں گھگانوالی گاؤں کے قبرستان میں موجود ہیں۔ والدہ کی قبر کے سرہانے وارث شاہ بخاری کی قبر ہے۔ والد صاحبؒ کی قبر "حاجی غازی" کی درگاہ کے نام سے مشہور ہے جو گاؤں سے جانب جنوب نصف میل دور ہے۔ قبر پختہ ہے اور صاحبزادہ ولی محمد رنملوی نے قبر کے ارد گرد چار دیواری بنوا دی ہے۔ یہاں عرس بھی ہوتا ہے۔

کی قبر موضع پنن وال کے قدیم قبرستان کڑیالہ [1] میں ہے۔ جس سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ نوشہ صاحبؒ کے والد، والدہ اور چچا رحیم الدین ہی گھگانوالی تشریف لائے تھے۔ پنن وال کے کمہاروں کے کچھ رشتہ دار موضع گھگانوالی میں آباد تھے۔ اسی شناسائی کی بنا پر نوشہ صاحبؒ کے والدین گھگانوالی کے کمہاروں کے مہمان ٹھہرے اور برتن سازی کو کچھ عرصہ کے لئے ذریعہ معاش بنایا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ بعض مصنفین نے آپ کو گلگو لکھا ہے۔ حالاں کہ حالات اور واقعات سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کمہار نہیں تھے۔ پنن وال میں جس مکان میں آپ کے والدین رہائش پذیر تھے وہ ہنوز موجود ہے۔ اُس میں آج کل (اکتوبر 1984ء) مہدی نامی کمہار رہائش پذیر ہے۔ اس مکان کے دائیں جانب ایک خوبصورت مسجد تعمیر کی گئی ہے۔

حسب نسب

اگرچہ اسلام میں حسب نسب کو زیادہ اہمیت حاصل نہیں ہے۔ بایں ہمہ اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ انسان کی شخصیت کی تشکیل کرنے اور پروان چڑھانے میں اُس کے خاندان اور خاندانی روایات بے حد اثر انداز ہوتی ہیں۔ خاص طور پر کسی ادبی شخصیت کے فکر وفن پر لکھنے کیلئے اُس کے خاندان اور حالات اور روایات سے اغماض کسی صورت بھی ممکن نہیں۔ کیوں کہ یہ تمام حالات وروایات شخصیت کے لاشعور پر اپنے اثرات ضرور مرتب کرتے ہیں۔ اسی نقطہ نظر کے تحت ہم نے حضرت نوشہ گنج بخشؒ کے حسب نسب پر توجہ دی ہے۔

حضرت نوشہ صاحبؒ کے حسب نسب سے متعلق مصنفین میں بے حد اختلاف رائے ہے۔ ان کے بیانات اس قدر الجھے ہوئے ہیں کہ ایک محقق کو حقیقت

1- ٹیلے پر کڑیالہ قبرستان موجود ہے۔ جہاں زمین سے بڑے سائز کی اینٹیں اور مٹی کے برتن نکلتے ہیں۔ ممکن ہے یہاں کسی زمانے میں کوئی بستی آباد ہو جو اب زیر زمین دفن ہو چکی ہو۔

تک پہنچنے کے لیے بے حد دشواریوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ لہذا ہم نے حقائق کی تلاش میں نوشہ صاحبؒ کے آبادئی گاؤں پنن وال سے لے کر رام دیانہ کے معروف خاندانوں تک نہ صرف رسائی حاصل کی بلکہ سرکاری ریکارڈ کی بھی چھان پھٹک کی۔ [1] اس تمام تر تلاش و جستجو سے ہم نے کیا نتائج اخذ کیے اُن کو آئندہ صفحات میں بیان کریں گے، پہلے نوشہ صاحبؒ کے حسب نسب سے متعلق مختلف ادیبوں کی مختلف آراء ملاحظہ فرمائیے۔

(الف) مرزا اختر کیرانوی نے آپ کا شجرہ نسب گیلانی سادات سے یوں ملایا ہے:
حضرت حاجی محمد نوشہ صوفی بن علی ہاشم گیلانی بن بدر الدین اسماعیل بن سید عبداللہ ربانی بن بندگی سید محمد غوث گیلانی اچی [2]

(ب) انیس احمد فاروقی نقشبندی نے بھی یہی شجرہ نسب بیان کیا ہے۔ [3]

(ج) بقول قریشی احمد حسین قلعداری آپ علوی نسب سید تھے۔ [4] عبدالغفور قریشی نے بھی نسب سادات علوی عباسی لکھا ہے۔ [5]

(د) بقول شرافت نوشاہی سید جلال الدین حسین شیرازی نے نوشہ صاحبؒ کو گیلانی سادات میں بتایا ہے۔ [6] دیکھئے شجرہ:

1- صدیوں پرانے ریکارڈ کو تلاش کرنا۔ محافظ خانہ محکمہ مال سے اجازت لینا۔ پرانے رسم الخط کو پڑھنا بے حد دقت طلب کام ہے۔

2- تذکرہ اولیائے ہند و پاکستان جلد 3 دہلی 1928ء

3- انیس احمد فاروقی: انیس الواصلین اردو ترجمہ تذکرہ الفقراء س-ن ص 45

4- قریشی احمد حسین قلعداری: پنجابی ادب کی مختصر تاریخ، مکتبہ میری لائبیریری لاہور 1972ء ص358

5- عبدالغفور قریشی: پنجابی ادب دی کہانی، عزیز بکڈ پو لاہور 1972ء ص 223

6- شرافت نوشاہی: (مرتب) گنج شریف (پنجابی) ساہنپال گجرات 1980ء ص 18

''نسب نامہ سادات گیلانی حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی ابنہ سید عبدالوہاب ابنہ سید صفی اللہ ابنہ سید ابو صالح صوفی ابنہ سید احمد ابنہ سید مسعود ابنہ شاہ علی ابنہ سید مبارک ابنہ سید شاہ معروف ابنہ سید شاہ سلیمان حضرت ازنوشہ حاجی ، از نوشہ ایں شش بزرگوار ہستند ۔ اول خواجہ ، دوم شاہ محمد ، سوئم نور محمد ، چہارم حاجی عبدالرحمٰن ، پنجم محمد صالح ، ششم پیر محمد سچیار ۔ کیفیت ایشاں حاجی الحرمین لقب ایشاں حاجی گدائی ۔ نام اوشاں نعمت اللہ و نوشہ گنج بخش ہادی بھورے والا ۔ چوں حضرت قدوۃ السالکین و زبدہ العارفین ، سراج العاشقین ، حضرت شیخ اللہ گرانمایہ از بغداد ارزانی فرموند''[1]

(ہ) پروفیسر اقبال مجددی فرماتے ہیں'' آپ کا سلسلہ نسب حضرت علی مرتضیٰؓ پر منتہی ہوتا ہے۔[2]

(و) برق نوشاہی لکھتے ہیں:

''نوشہ گنج بخش صحیح النسب علوی سید تھے۔''[3]

(ز) شرافت نوشاہی رقمطراز ہیں:

''آپ کے آباؤاجداد سادات علویہ عباسیہ کے معزز ترین افراد سے تھے۔''[4]

1- نسب نامہ سادات مذکورہ ورق 70/71 (ان حوالہ جات کا تجزیہ اگلے صفحات میں ہوگا)

2- اقبال مجددی پروفیسر: (مقدمہ) انتخاب گنج شریف ، دارالمورخین لاہور 1975ء ص 15

3- برق نوشاہی: شجرہ شریف نوشاہی؛ ڈوگہ گجرات 1964ء ص 8 ونوشہ پیر ڈوگہ گجرات 1976ء ص 14

4- شرافت نوشاہی: شریف التواریخ ، ساہنپال گجرات 1979ء جلد اول ص 916 وجلد دوم حصہ اول گجرات 1982ء ص 162

''آپ خاندان سادات علویہ کے اکابر عمائدین میں سے تھے۔''[1]

''حضرت نوشہؒ کے والد بزرگوار کا نام حاجی الحرمین سید علاؤالدین غازی تھا، جو خاندان سادات سے تھے۔[2]

'' ساڈیاں اپنیاں خاندانی شجریاں وچ آپ نوں علوی سیداں وچوں لکھیا ہویا پایا گیا اے۔[3]

''آپ صحیح النسب سادات علوی عباسی کے روشن چراغ تھے۔[4]

(ح) گوہر نوشاہی لکھتے ہیں:

''آپ کی ذات جالپ کھوکھر تھی۔''[5]

(ط) مرزا محمد نے تذکرہ اولیائے ہند میں لکھا ہے کہ'' آپ کی ذات کھکھر ول تھی''۔

(ی) شیخ محمد حیات قادری نوشاہی لکھتے ہیں:

''نوشہ صاحبؒ کھوکھر جالپ (قریشی) تھے۔[6]

سلسلہ نوشاہیہ کے بنیادی ماخذات میں بھی اختلاف پایا جاتا ہے۔ مثلاً:

1- شریف التواریخ جلد دوم حصہ دوم ساہنپال گجرات 1982ء ص 1147

2- ایضاً جلد سوم حصہ اول گجرات 1983ء ص 8

3- گنج شریف (پنجابی) ساہنپال گجرات 1980ء ص 18۔ شرافت نوشاہی اسے نوشہ صاحبؒ کا مکمل پنجابی کلام قرار دیتے ہیں۔

4- انوار نوشاہیہ، ساہنپال گجرات 1374ھ ص 10، اذکار نوشاہیہ، ساہنپال گجرات 1964ء ص 23

5- گوہر نوشاہی (مضمون) نوشہ گنج بخشؒ مطبوعہ ماہنامہ گل خنداں (بزرگان دین نمبر) لاہور اکتوبر 1962ء ص 388

6- شیخ محمد حیات: گلزار نوشاہی، لاہور 1915ء ص 5

(ک) شیخ محمد حیات برخورداری مرتب تذکرہ نوشاہی کی تحریر کے مطابق:

''حضرت شاہ حاجی محمد نوشہ قادری فی الحقیقت ذات شریف ایشاں از قوم کھوکھر جالپ است''(1)

(ل) نوشہ صاحبؒ کے مرید میاں نور محمد سیالکوٹی فرماتے ہیں۔''حضرت شاہ حاجی محمد گلگو میگویند''(2)

(م) علامہ صداقت کنجاہی مصنف ثواقب المناقب کے قول کے مطابق:

''آں آفتاب برجِ خاکی زمین کہ گرمی شعلہ شوق او تنگ ظرفاں خام را پختگی آشنا کردہ و آں ابر رحمت رب العالمین کہ در قطار روزگار بہ نسبت جالپ کھوکھر مشہور گشتہ ، اما فی الحقیقت ذات آں محوِ حقیقت ذات و عارف گذشتہ از عرفیات بقوم قریش علوی ارتباط دارد''(3)

(ن) سید صالح محمد کنجاہی فرماتے ہیں:''حضرت نوشہ حاجی گلگو بود''(4)

(ق) مولوی محمد اشرف منچری کا بیان ہے:

کسے از بزرگاں شاں پیش زیں	بگلگوئی گردید پیشہ گزیں (5)
از آنجا بگلگوئی شد اشتہار	چوں در عشق ایں کسب کرد اختیار
وگرنہ بعرف او بزرگیں ترست	یقیں داں کہ او جالپ کھوکھر است

o

1- تذکرہ نوشاہی (قلمی) مذکور مملوکہ صاحبزادہ محبوب حسین نوشاہی سنگھوئی ضلع جہلم ص 64

2- تذکرہ نوشاہی (قلمی) مملوکہ دانشگاہ پنجاب لاہور، ذخیرہ شیرانی نمبر 6188، ورق 75 الف

3- صداقت کنجاہی محمد ماہ: ثواقب المناقب مذکور ص 75

4- سید صالح محمد: سلسلۃ الاولیاء (قلمی) تصنیف 1295ھ مملوکہ قریشی احمد حسین قلعداری گجرات

5- کنز الرحمت ص 30

(ر) سائیں جیون صاحب کی رائے ہے:

''اگر چہ بزرگان عالی جاہ مشہور قوم کمہار رکھتے تھے۔ لیکن اصل میں کمہار نہ تھے بلکہ کہکر (کھوکھر) تھے۔''[1]

اب ان جملہ حوالہ جات کا تنقیدی تجزیہ کیا جاتا ہے۔ تا کہ معلوم ہو سکے کہ یہ حوالے کہاں تک درست اور قابل قبول ہیں۔

بقول شرافت نوشاہی سید جلال الدین شیرازی کا مذکورہ شجرہ نوشہ صاحبؒ کو گیلانی سید ثابت کرتا ہے۔ جبکہ یہ سراسر غلط ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ شرافت صاحب نے شجرے کا بغور مطالعہ نہیں فرمایا۔ یہ شجرہ نسب نہیں اسے شجرہ طریقت کہا جا سکتا ہے۔ کیونکہ شاہ مبارکؒ اور شاہ معروفؒ آپس میں باپ بیٹا نہیں تھے۔ بلکہ پیرو مرید کا رشتہ تھا۔ اسی طرح شاہ سلیمانؒ اور شاہ مبارکؒ نہ تو سادات خاندان سے تعلق رکھتے تھے اور نہ ہی وہ باپ بیٹا تھے۔ بلکہ پیرو مرید تھے۔ اگر بالفرض انہیں باپ بیٹا تسلیم کرلیا جائے تو شاہ مبارکؒ اور شاہ سلیمانؒ کے ناموں کے درمیان لفظ ابنہ موجود ہے۔ جبکہ نوشہ گنج بخشؒ اور سخی شاہ سلیمانؒ کے ناموں کے درمیان ابنہ کا لفظ بھی موجود نہیں ہے اور نہ ہی نوشہ صاحبؒ کے گیلانی سید ہونے کا ذکر ہے۔ اسے ہم سادات گیلانی کا صحیح نسب نامہ نہیں کہہ سکتے۔ اس لیے ہمارے نزدیک ایسا حوالہ کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔

(ہ) پروفیسر اقبال مجددی نے صرف اتنا لکھا ہے کہ ''آپ کا سلسلہ نسب حضرت علیؓ پر منتہی ہوتا ہے'' لیکن انہوں نے اسکی وضاحت نہیں کی کہ آپ حضرت علیؓ کی کس اولاد میں سے تھے۔ فاطمی یا غیر فاطمی۔ آپ کی فاطمی اولاد سید اور غیر فاطمی اولاد علوی کہلاتی ہے۔ چنانچہ اس حوالے سے قطعاً پتا نہیں چلتا کہ نوشہ صاحبؒ حسنی حسینی سید تھے یا علوی؟

1- گلزار نوشاہی مذکور ص 54

(ی) شیخ محمد حیات نے کھوکھر جالپ اور قریش دو مختلف نسلوں کو ایک بنا دیا ہے۔ حالانکہ کھوکھر جالپ ہندی نسل اور قریشی عربی النسل ہیں۔

(م) صداقت کنجاہی کے بیان ''بقوم قریش علوی ارتباط دارد'' سے کوئی وضاحت نہیں ہوتی کہ نوشہ صاحبؒ کا شجرہ کس قریش سردار سے توسط سے قریش خاندان سے جا ملتا ہے۔ ان تمام بیانات سے ظاہر ہوتا ہے کہ کسی مصنف نے بھی تحقیق سے کام نہیں لیا۔ بلکہ سنی سنائی باتوں اور روایتوں کو بغیر سوچے سمجھے لکھ دیا ہے۔ جیسے مرزا اختر نے آپ کی ذات ککھر ول بنا دی ہے۔

برق نوشاہی [1] اور شرافت نوشاہی [2] نے لفظ کھوکھر کو سامنے رکھ کر نوشہ صاحبؒ کا شجرہ کھوکھر شاہ بن قطب شاہ کے ساتھ ملا دیا ہے اور آپ کو علوی نسب سید قرار دیا ہے:

> ''حضرت نوشہ گنج بخشؒ بن سید علاؤ الدین حسین غازی المقلب بہ حاجی غازی بن سید شمس الدین سنگی بن سید جلال الدین محمد بن سید عبداللہ ذاکر ہو بن سید شاہ محمد المعروف شہنشاہ بن سید گل محمد بن سید معز الدین بن سید عبدالصمد بن سید عطاء اللہ بن سید عبدالاول بن سید محمود شاہ المعروف پیر جالب بن سید کمال الدین احمد شاہ بن سید جلال الدین سلطان شاہ بن سید محمد شاہ بخت مند بن سید سعید الدین سکندر شاہ بن سید برہان الدین ہیبر بن سید جلال الدین گوہر علی بن سید عز الدین عزت بن سید جمال الدین اسحاق بن سید عبدالحق سجن بن سید زمان علی محسن بن سید عون قطب شاہ بغدادی بن سید یعلیٰ قاسم بن سید حمزہ ثانی بن سید طیار

1- شجرہ شریف نوشاہی مذکور ص 14

2- اذکار نوشاہیہ مذکور ص 25/26

بن سید قاسم بن سید علی بن سید جعفر بن سید ابوالقاسم حمزۃ الاکبر بن سید ابو العباس حسن بن سید عبیداللہ مدنی بن امام ابوالفضل عباس علمدار شہید کربلا بن سید امام ابوالحسن علی المرتضیٰؓ ''

اب ذرا کنزالرحمت اور تذکرہ نوشاہی کے شجرے پر بھی نظر دوڑائیے:

کنزالرحمت

'' حضرت نوشاہ حاجی بن علاء الدین بن سنگین بن جلال بن ہویا بن ساہن بن گل محمد بن موج دین بن ہوندا بن اوتیل بن اویل بن جالب بن اچھر بن سلطان بن مندو بن ساندر بن بھرتہ بن کور بن ملک عزت بن شاہ کود بن سجن بن کھوکھر بن قطب شاہ بن شاہ امین بن شاہ بن شاہ دادن بن لطیف بن شاہ کور بن مناف بن علی ابن ابی طالب ''(1)

تذکرہ نوشاہی

'' نسب نامہ حضرت نوشہ صاحبؒ قدس سرہٗ بموجب دا انمود رانجہ و مانجہ مراثیانِ قدیم نوشتہ شدہ۔ و ماہانا و ونجارا پسران رانجہ اند۔ میاں برخوردار و محمد ہاشم والدان حاجی محمد نوشہ اند۔ ولد میاں علاء الدین و بہاء الدین و شادی نیز ابنائے سنگین و کبیرا و اورنگ و سلیمان ابنائے جلو اند۔ بن ہوا بن ساہن بن گلا بن موج دین بن ہوندا بن اوتیل بن ادبر بن جالب و جندو ملہرا و ڈلرا و جھانبہ و تہراج نیز ابنائے جالپ اند۔ و جالپ بن اچھر بن سلطان و سنگین و ماجھرو سبکا بن ابناء سلطان اند و سلطان بن مندو بن ساندر بن بھرتہ بن کور بن ملک اجت بن کود

1- کنزالرحمت ص 30

بن شجبر بن کھوکھر و دُکھرا نیز ولد کھوکھر بن قطب شاہ بن شاہ
ابن بن شاہ دادن بن شاہ لطیف بن شاہ کود بن شاہ مناف
بن حضرت علیؓ بن ابو طالب بن عبداللطیف بن ہاشم بن
عبدالمناف الہ حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام‘‘[1]

یہ شجرہ ہائے نسب چند ناموں کے علاوہ شرافت نوشاہی اور برق نوشاہی کے بیان کیے ہوئے شجرہ نسب سے بالکل مختلف ہیں۔ البتہ قطب شاہ کا نام ان میں موجود ہے۔ جس سے شرافت نوشاہی اور برق نوشاہی نے نوشہ صاحبؒ کو علوی سمجھ لیا ہے۔

اس سے قبل کہ ہم نوشہ گنج بخش کے شجرہ نسب کے متعلق کوئی حتمی نتیجہ اخذ کریں قطب شاہ کے متعلق فیصلہ کرنا ضروری ہے کہ یہ کون شخصیت تھی۔ کب ہوئی اور ان کی اولاد کیسے یہاں آباد ہوئی۔ اس کی وضاحت اس لیے ضروری ہے کہ بہت سی نسلیں قطب شاہ کے حوالے سے اپنے آپ کو علوی النسب کہلاتی ہیں۔ جیسے کھوکھر، اعوان اور چوہان وغیرہ، اور حضرت نوشہ صاحبؒ کو بھی علوی اور سید اسی شخصیت کے حوالے سے ثابت کرنے کی کوششیں کی گئی ہیں۔

قطب شاہ کی شخصیت کے متعلق مؤرخین کے بیانات اس قدر مختلف ہیں کہ قطب شاہ کی شخصیت نہ صرف دھندلا کر رہ گئی ہے بلکہ مشکوک ہوگئی ہے۔ اس لئے قطب شاہ اب تک تاریخ کے طلباء کے لئے ایک معمہ، قابل غور اور حل طلب مسئلہ بنا ہوا ہے۔[2]

کسی نے ان کا نام عبدالعلی[3]، کسی نے عون قطب شاہ[4]، کسی نے

1- تذکرہ نوشاہی (قلمی) مکتوبہ 1180ھ مملوکہ دانشگاہ پنجاب لاہور ذخیرہ شیرانی 6188 ورق 78 الف
2- ایم خواص خاں ہزاروی: تحقیق الاعوان، مانسہرہ ہزارہ، 1966ء ص 148
3- برق نوشاہی: شجرہ شریف نوشاہی مذکور ص 10
4- شرافت نوشاہی: شریف التواریخ مذکور، جلد اول ص 917

میر قطب حیدر [1] اور کسی نے قطب الدولہ [2] لکھا ہے۔ کسی نے ان کی آمد بغداد [3] سے بتائی ہے۔ کسی نے فارس [4] تو کسی نے محمود غزنوی [5] کے ہمراہ غزنی سے لکھی ہے۔ کسی نے اُنھیں امام باقر کا بھائی ظاہر کر کے اسماعلیہ فرقے کا بانی قرار دیا ہے [6] تو کسی نے اُن کے بیٹے زمان علی محسن کو ہندوستانی ماں [7] کے بطن سے ظاہر کیا ہے اور اُنکی ایک بیوی اور تین بیٹوں کا ذکر کیا ہے۔ جو اُن کے ہمراہ بغداد سے آئے تھے اور پھر واپس چلے گئے تھے۔ کسی نے اُنھیں حضرت عباس علمدار کی اولاد میں سے [8] قرار دیا ہے تو کسی کے خیال میں وہ امام حنیف کی [9] اولاد میں سے تھے۔ کوئی امام زین العابدین بن حضرت امام حسینؑ کی اولاد میں [10] سے لکھتا ہے اور کوئی اُنکے علوی ہونے سے [11] انکار کرتا ہے۔

o

1- ملک شیر محمد خان: تاریخ الاعوان؛ اشاعت منزل لاہور س-ن ص 24
2- تحقیق الاعوان ص 151
3- شریف التواریخ: جلد اول ص 917، شجرہ شریف نوشاہی ص 10
4- تاریخ الاعوان ص 34 و ہنومان پرشاد: مخزن تاریخ نولکشور س-ن ص 219
5- ایضاً ص 25 , 24
6- مخزن تاریخ ص 219
7- شریف التواریخ جلد اول ص 917
8- ایضاً ص 197
9- تحقیق الاعوان ص 165 و تاریخ الاعوان ص 25
10- تفصیل کے لئے۔ سید غلام حسین شاہ: سیرۃ الاولیاء
11- تفصیل کے لئے۔ علامہ نجم الحسن کراروی: ذکر العباس؛ شیعہ جنرل بک ایجنسی لاہور س-ن

(2)

قطب شاہ کی تاریخی حیثیت

اب ہم تاریخی اعتبار سے جائزہ لیں گے کہ قطب شاہ کا تعلق کس زمانے سے تھا۔

مولانا نور الدین سلیمانی نے زادالاعوان اور باب الاعوان، میزان ہاشمی اور میزان قطبی کے حوالوں سے لکھا ہے کہ عون قطب شاہ کے آباؤ اجداد بغداد میں آباد ہوئے تھے اور قطب شاہ نے حضرت غوث الاعظمؒ (ولادت 470ھ/ 1078ء) (وفات 561ھ/ 1166ء) کے حکم سے بغداد سے ہندوستان ہجرت کی تھی۔ انہوں نے ہندوراجاؤں سے جنگیں لڑیں اور فتح حاصل کی اور بعض راجپوت قوموں کو مسلمان کیا۔ انہوں نے ہندوستان میں تین شادیاں کیں۔ کثر اولاد ہوئی پھر اولاد کو یہاں چھوڑ کر واپس بغداد چلے گئے اور وہاں 556ھ میں وفات پائی۔

شرافت نوشاہی اور برق نوشاہی کے مآخذات یہی دو کتب مذکورہ ہیں۔ یہاں لازم ہے کو ان ہر دو کتب کی اہمیت اور حیثیت کے بارے میں ذرا تامل کرلیں۔ کیا واقعی دونوں کتابیں تحقیق کے لئے مآخذ ثابت ہوسکتی ہیں یا نہیں۔ اگر تاریخی اعتبار سے باب الاعوان اور زادالاعوان کا جائزہ لیں تو قدم قدم پر مصنف کے بیانات ایک دوسرے کی تکذیب کرتے اور تضادات کا شکار نظر آتے ہیں۔ جن سے قطب شاہ سے متعلق الجھن سلجھنے کی بجائے مزید پیچیدہ ہوتی دکھائی دیتی ہیں۔ اس کے متعلق تحقیق الاعوان کے مصنف نے باقاعدہ ایک باب رقم کیا ہے۔ جس میں دیگر باتوں کے علاوہ ذیل کے اعتراضات وزنی نظر آتے ہیں۔

> ''صاحب باب الاعوان ص 134 تا 137 میں اعوان کی آمد پانچویں کبھی چھٹی صدی میں منحصر کرتا ہے۔ جو بلحاظ واقعات تاریخی درست معلوم نہیں ہوتا۔ اس میں جو روایات آخر پر درج ہوئی ہیں۔ وہ

ضعیف بودی اور کمزور ہیں اور کسی حالت میں بھی عقل و نقل کی کسوٹی پر درست ثابت نہیں ہوتیں۔ (1)

پھر لکھتا ہے:

'' ہر دو تصنیفات باب الاعوان اور زادالاعوان میں عون قطب شاہ کو عباس علمدار کی اولاد ٹھہرایا۔ یوں تو انہوں نے ماخذ کتب کی فہرست میں پوری سو کتابوں کی فہرست دی ہے۔ مگر حقیقت ہے کہ ان کا اصلی ماخذ اس مبحث میں صرف تین کتابیں میزان ہاشمی از ہاشم شاہ علوی اور میزان قطبی از مولانا قطب شاہ علوی بغدادی اور خلاصۃ الانساب ہیں۔ جو عربی اور بغدادی مصنفوں کی تصانیف بتائی جاتی ہیں۔ (2)

ان کتب کے متعلق تاریخ الاعوان کے مصنف کا یہ اعتراض نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کہ '' کہیں بھی ان کے متعلق کوئی تعارف نہیں کرایا گیا کہ ان کے مصنفین کون اور کس پائے کے کس صدی میں یہ بزرگ گزرے ہیں اور کب یہ کتب تصنیف ہوئیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے ایک مفروضہ قائم کر لیا ہے اور وہ اس سے باہر نکلنا نہیں چاہتے۔'' (3)

تحقیق الاعوان کے مصنف کے یہ سب اعتراضات اس لیے درست ہیں کہ میزان ہاشمی از مولانا محمد ہاشم علوی بغدادی شجرہ نسب کی کتاب نہیں ہے بلکہ ایک سفر نامہ ہے۔ جس میں انہوں نے صرف یہ ذکر کیا ہے کہ ہندوستان کے اعوان اپنے آپ کو حضرت علیؓ کی اولاد سمجھتے ہیں۔ جبکہ میزان قطبی نام کی کوئی کتاب موجود نہیں ہے۔ بلکہ ملک محبت حسین اعوان کا دعویٰ تو یہ ہے کہ '' میزان قطبی اور میزان ہاشمی جن کو ماخذ مان کر اعوانوں کو عباس ابن علی کی پشت سے بتایا گیا ہے۔ اگر کوئی شخص مجھے یہ کتابیں دکھا

1- تحقیق الاعوان ص 144

2- ایضاً ص 163

3- ایضاً ص 171-172

دے تو میں تاریخ لکھنے سے توبہ کر لوں گا اور میں ان کتابوں کو مبلغ بیس ہزار روپے میں خریدنے کے لیے بھی تیار ہوں۔"[1] صرف باب الاعوان اور زادالاعوان میں ان کُتب کے حوالے ملتے ہیں۔ صرفی نحوی اعتبار سے یہ عبارتیں کسی عرب مصنف کی نہیں ہوسکتیں۔ شاید یہ عبارتیں مولوی نور الدین نے خود ہی بنا لی ہوں۔ محققین اور نقادوں کے شکوک وشبہات کو اس بات سے تقویت ملتی ہے کہ عربی یا بغدادی مصنفین کی کتب کا متن عربی میں ہونا چاہیئے جبکہ بعض بیانات رواں فارسی میں ہیں۔ مثلاً مولوی صاحب میزان قطبی کے حوالے سے لکھتے ہیں:

> "پس عون چند سال در ہندوستان اقامت فرمودہ۔ مردم را بیعت می نمود۔ مقلب بہ قطب شاہ شد۔ بعدۂ بحکم پیر جیلانی واپس بغداد شد و در 556ھ وفات یافت"[2]

یہاں چند سال کے الفاظ اور عبارت مولوی نور الدین کے اپنے باقی تمام بیانات کے مطابق غلط، خلاف حالات و واقعات نظر آتے ہیں۔ تاریخی اعتبار سے اس سے بڑھ کر مضحکہ خیز اور کیا بات ہوسکتی ہے کہ بہت سے بزرگان دین کو ایک ہی دور میں ظاہر کیا ہے۔ ملاحظہ کیجیئے:

> "قطب شاہ بغدادی وہی قطب شاہ ہے جو عباس علمدارِ حسینؑ شہید کی اولاد سے تھا، جس کو شیخ عبدالقادرؒ جیلانی نے ہند قدیم میں جہاد تبلیغ اسلام کے کے لئے قطب بنا کر بھیجا اور طریقہ قادریہ سب سے اول اسی نے سابق ہند میں رائج کیا اور کہا وہ پہلے اثنا عشریہ امامیہ مذہب رکھتے تھے اور کہ عبدالقادر جیلانی ؒ کی خالہ قطب شاہ کے نکاح میں تھی۔ قطب شاہ وہاں آیا جایا کرتے تھے۔ عبدالقادر جیلانی ؒ کی وجہ سے شیعیت سے دستبردار ہوئے۔ اہل سنت و الجماعت کا مذہب اختیار کیا بیعت کی۔ آپ کا پیدائشی نام عون تھا۔ لقب قطب ہوا اور

1- ماہنامہ اعوان۔ اسلام آباد۔ مدیر محمد منیر اعوان۔ شمارہ 4، اکتوبر 1997ء ص 25
1- مولوی نور الدین سلیمانی: باب الاعوان، س-ن ص 162, 144

شاہ اہلِ ہند نے کہہ دیا۔ تین لفظ عون، قطب، شاہ ملکر عون قطب شاہ ہوا۔ اولاد بھی اسی نام سے مشہور ہوئی۔ ابتدائے عہد غوری میں غالباً ہند قدیم میں آئے۔ سلطان شہاب الدین غوری کے جہاد انہی کے عہد میں ہوئے۔خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ، شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی ؒ، شیخ علی ہجویری معروف داتا گنج بخشؒ لاہوری وغیرہ بھی انہی کے عہد میں ہوئے اور ہم عصر تھے۔،،[1]

تاریخ شاہد ہے کہ شہاب الدین غوری نے سب سے پہلے 565ھ/1175ء میں قرامطہ کے گڑھ ملتان پر حملہ کیا تھا۔[2] خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ کا سال وفات 633ھ[3] شیخ بہاء الدین زکریا ملتانیؒ کا 666ھ[4] اور حضرت داتا گنج بخشؒ کا 465ھ/ 1072ء ہے۔[5] ان حقائق سے مولوی نورالدین کی کتب کی اہمیت اور مقام واضح ہو جاتا ہے کہ یہ کتب حوالہ جات اور اعتبار کے قابل نہیں ہیں۔

(3)

مخزن تاریخ کے حوالے کے مطابق جب حضرت علیؓ کی اولاد میں اختلاف واقع ہوا اور امام باقر (وفات 220ھ[6] یا 114ھ[7]) اُن سے علیحدہ ہوکر اسماعیل کیساتھ مل گئے۔ اور فرقہ اسماعیلیہ کی اساس قائم کی۔ حضرت قطب بھی ان کے

-1 بحوالہ تحقیق الاعوان ص 163

-2 اقبال صلاح الدین: تاریخ پنجاب؛عزیز بکڈ پو لاہور 1974ء ص 124

-3 اردو دائرہ معارف اسلامیہ پنجاب یونیورسٹی لاہور جلد 7 ص 646

-4 ظہور الحسن شارب ڈاکٹر: تذکرہ اولیائے پاک و ہند؛ حامد اینڈ کمپنی لاہور 1965ء

-5 نامی غلام دستگیر: تاریخ جلیلہ؛گلزار عالم پریس لاہور 1937ء ص 163

-6 ملک سراج دین احمد: تاریخ نسب نامہ کھوکھراں؛ لاہور 1932ء ص 32

-7 مفتی غلام سرور: خزینۃ الاصفیاء اردو ترجمہ المعارف 1392ھ ص 84

بھائیوں میں سے تھے جو بعد میں قطب شاہ مشہور ہوئے۔[1] وہ گھریلو لڑائی جھگڑے سے کنارہ کشی اختیار کر کے اپنے متعلقین کے ہمراہ عرب سے فارس چلے گئے۔ اور وہاں امامت اختیار کرلی۔ جبکہ پہلا اسماعیلی داعی مصر سے 270ھ/ 883ء) میں سندھ آیا۔[2] جس سے پتہ چلتا ہے کہ قطب شاہ 270ھ/ 883ء سے پہلے ہوئے تھے۔ مگر مراۃ سکندری ص297 پر اس امر کی شہادت موجود ہے کہ:

''دیگر صلاح آثار تقویٰ شعار قطب شاہ قادری از بغداد آمدہ بودند''

بقول شرافت نوشاہی عون قطب شاہ بغداد سے حضرت غوث الاعظمؒ سے قطب ہند کا خطاب لے کر آئے اور ''ہندوؤں کی قوموں کھوکھر، چوہان وغیرہ کو اسلام میں داخل کیا اور اُن کے رئیسوں کی بیٹیوں سے شادیاں کیں اور اولاد ہوئی۔ پھر واپس بغداد چلے گئے۔ 556ھ میں وفات پائی۔ اُن کے کئی بیٹے اس ملک میں آباد ہوئے۔ ان میں سے سید زمان علی محسن اپنے ننہال کی قوم پر بنام شاہ کھوکھر مشہور ہوئے۔''[3]

حضرت غوث الاعظمؒ 470ھ/ 1078ء میں پیدا ہوئے۔[4] 494ھ میں ظاہری علوم میں دستار فضیلت[5] حاصل کی۔ تین سال سیر کی[6] پھر شیخ ابو سعید کی بیعت[1] کی۔ چار سال تک تنہائی میں چلہ کشی کی۔[2] اس وضاحت سے یہ نتیجہ بخوبی

1- مخزن تاریخ ص219

2- شیخ محمد اکرام: آب کوثر؛ ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور 1952ء، بار سوم ص32

3- شریف التواریخ جلد اول ص918

4- خزینۃ الاصفیاء ص158

5- شریف التواریخ جلد اول ص649

6- ایضاً ص650

اخذ کیا جا سکتا ہے کہ حضرت غوث الاعظمؒ نے بیعت کا سلسلہ 33 سال کی عمر یعنی 503ھ میں شروع کیا۔ جبکہ قطب شاہ کی ولادت 419ھ [3] میں ہوئی۔ یہ رشتے میں غوث پاک کے خالو [4] تھے۔ تاریخی اعتبار سے قطب شاہ حضرت غوث پاک سے 51 (اکاون) برس بڑے تھے۔ اسلئے ان کا غوث پاک سے بیعت ہونا، مرید یا خلیفہ ہونا قرین قیاس نہیں۔ اگر فرض کر لیا جائے کہ وہ غوث پاک کے مرید ہوئے تھے تو غوث پاک نے چونکہ 33 برس حصول علم میں گزارے پھر جا کر پیری مریدی کا سلسلہ شروع کیا تو اس حساب سے بیعت کے وقت قطب شاہ کم از کم چوراسی برس کے ضرور ہوں گے۔ اس ضعیف العمری میں بغداد سے سفر کر کے ہندوستان آنا۔ یہاں جنگوں میں حصہ لینا۔ [5] ہندو راجاؤں اور رئیسوں کی بیٹیوں سے شادی کرنا [6] اور اُن کے بطن سے اولاد پیدا ہونا۔ [7] پھر اُس اولاد میں سے کئی بیٹوں کو ہندوستان میں چھوڑ کر واپس بغداد چلے جانا۔ [8] سراسر مضحکہ خیز لگتا ہے۔ جبکہ دوسری جانب یہ شہادت موجود ہے کہ وہ اپنی ایک بیوی اور دو بیٹوں کے ہمراہ ہندوستان آئے تھے اور کچھ عرصہ بعد بچوں کے ساتھ واپس لوٹ گئے تھے۔ [1]

1- شریف التواریخ جلد ااول ص 651

2- ایضاً ص654

3- تاریخ نسب نامہ کھوکھراں حصہ اول ص 4

4- ایضاً ص 11۔ شجرہ شریف نوشاہی از برق نوشاہی ص 10

5- شریف التواریخ جلد اول ص 917

6- ایضاً

7- ایضاً

8- ایضاً

اعوان یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ محمود غزنوی کے ساتھ ہندوستان آئے تھے۔[2] اور قطب شاہ دراصل محمود غزنوی کی فوج میں کمانڈر کی حیثیت میں 1001ء میں ہندوستان آئے۔ محمود غزنوی نے قطب شاہ کے تعاون کے پیش نظر انہیں اعوان کا خطاب دیا تھا اور فرمایا تھا:

''قطب شاہ تم پر خدا کی سلامتی۔ جس طرح اہل مدینہ نے حضور سرکار کائنات ﷺ کا ساتھ دے کر انصار کا خطاب پایا تھا اسی طرح آپ لوگ میری اعانت کے لئے سر بکف آئے ہیں۔ اسلئے میں آپ کو اعوان کا خطاب دیتا ہوں۔ سلطان محمود کے ان اعوان یعنی مددگار مجاہدوں کی اولاد اس واقعے کی نسبت سے آئندہ چل کر اعوان کہلانے لگی۔ یہ بے ساختہ زبان سے نکلا ہوا کلمہ مستقل حیثیت اختیار کر گیا۔[3]

اس شہادت سے یہ واضح ہوتا ہے کہ صرف قطب شاہ کی اولاد ہی نہیں بلکہ وہ سارے ساتھی اور اُن ساتھیوں کی ساری اولاد اعوان ہے، جنہوں نے محمود غزنوی کا ساتھ دیا۔ لہٰذا تمام اعوانوں کا اپنے آپ کو قطب شاہ کی اولاد سمجھنا درست معلوم نہیں ہوتا۔ بلکہ تحقیق الاعوان کے مصنف کا یہ قول بھی اس بات کی بھرپور دلیل بنتا ہے کہ ''میرے نزدیک اعوان کا خطاب میر قطب حیدر سے بھی پہلے کا عطا کردہ ہے۔''[4]

لفظ اعوان کے بارے میں مؤرخین نے مختلف آراء پیش کی ہیں۔ جو تحقیق الاعوان میں یوں درج ہیں:

1- تاریخ الاعوان ص 20
2- ایضاً ص 33
3- ایضاً ص 34
4- تحقیق الاعوان ص 142

1- بعض اعوان ابن الحنیفہ کی نسل سے اعوان کہلانے لگے۔

2- ہری کشن کول کے مطابق یہ اصل میں سنسکرت کا لفظ ''آوان'' ہے جس کے معنی محافظ کے ہیں۔ بیرونی ملکوں سے مدافعت کرنے کے باعث ہندوؤں کے عہد میں آوان کہنے لگے۔

3- پروفیسر گلشن رائے کے مطابق پنجاب کے اعوان قبائل کو آوان کہتے ہیں۔ آوان کا لفظ آوَن یا ایون سے مشتق ہے۔ اونتی کے راجہ سے ہے پس اعوان ان سے ہیں۔

4- ذاتیں اور قبائل کا مصنف اعوان یا آوان کو آمان کی بگڑی ہوئی صورت خیال کرتا ہے۔(1)

محمود غزنوی کا دور حضرت غوث الاعظمؒ کی ولادت باسعادت سے 77 برس پہلے کا ہے۔ اس لئے قطب شاہ کا حضرت غوث الاعظمؒ سے خلافت حاصل کر کے اُن کی اجازت سے ہندوستان آنا قرین قیاس نہیں۔ حضرت غوث الاعظمؒ صحیح النسب حسنی حسینی سید تھے۔ اگر قطب شاہ اُن کے خالو ہوتے تو قطب شاہ کا حسنی حسینی سید ہونا ضرور ثابت ہوتا۔ جبکہ بہت سے ادیب و مؤرخ انہیں صرف علوی مانتے ہیں۔

علاوہ ازیں اولیائے اللہ کے کسی مستند تذکرے میں قطب شاہ کا حضرت غوث الاعظمؒ کا خلیفہ بن کر ہندوستان آنا اور تبلیغی کارناموں کا ذکر نہیں ملتا۔ جبکہ اس دور کے دیگر بزرگوں کے حالات اور تبلیغی کاوشوں کا ذکر تفصیل سے دستیاب ہے۔ اس امر سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ قطب شاہ حضرت غوث الاعظمؒ کے رشتہ دار نہ تھے اور نہ اُن کا تعلق اُن کے دور سے تھا۔ نیز قطب شاہ کا محمود غزنوی کے ساتھ ہندوستان آنا بھی مشکوک نظر آتا ہے۔ کیونکہ:

'' حضرت عون بن یعلیٰ بغداد میں 419ھ میں کتم عدم سے عالم

1- تحقیق الاعوان ص 143

ہست میں تشریف لاتے ہیں اور راس الملوک سلطان محمود بن امیر
ناصر سبکتگین بادشاہ غزنی 421ھ میں بعمر 63 سال داد شجاعت دے کر
خالی ہاتھ راہی ملک عدم ہوتے ہیں۔"[1]

اس حوالے سے بآسانی نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ عون بن یعلیٰ یعنی قطب شاہ ، سلطان محمود غزنوی کی وفات سے ایک سال قبل پیدا ہوئے تھے۔ لہٰذا ان کا محمود غزنوی یا اُس کے والد کے ہمراہ ہندوستان آنا ثابت نہیں ہوتا۔ ایبٹ سن کی ٹرائبز اینڈ کاسٹس آف دی پنجاب سے ظاہر ہوتا ہے کہ قطب شاہ 1035ء [430ھ] میں ہندوستان آئے تھے۔

اس قدر تاریخی تضاد کے پیش نظر کوئی مؤرخ حتمی فیصلہ نہیں کر سکا کہ قطب شاہ کا کونسا زمانہ تھا اور وہ کون تھے۔ مولوی نور الدین نے قطب شاہ کے 26 شجرے نقل کیے ہیں۔ جن کو تحقیق الاعوان کے مصنف نے بھی صفحہ 151 پر درج کیا ہے۔ لیکن یہ شجرے ایک دوسرے سے بالکل مختلف ہیں۔ جس شخصیت کے شجرہ ہائے نسب میں اس قدر اختلاف اور گھپلے ہوں ان سے اندازہ لگانا دشوار بلکہ ناممکن ہے کہ کھوکھروں نے کب اور کس نسب سے اپنے آپ کو علوی کہلانا شروع کر دیا تھا۔

قطب شاہ کے ساتھ کھوکھروں کا تعلق

تاریخ الاعوان کے مصنف کا یہ بیان دلچسپی سے خالی نہیں ہے کہ قطب شاہ کی ہندوستانی بیوی زینب چونکہ کھوکھر خاندان سے تعلق رکھتی تھی اس لیے اُسکی اولاد کھوکھر مشہور ہوئی۔[2] دوسرا بیان یہ ہے کہ بی بی زینب کے بطن سے پیدا ہونے والے بیٹے زمان علی کی شادی کھوکھر خاندان میں ہوئی تھی۔ اس لئے ان کی اولاد کھوکھر علوی

-1 تحقیق الاعوان ص26

-2 تاریخ الاعوان ص76

کہلائی۔[1]

کسی نے زمان علی کو قطب شاہ کا تیسرا بیٹا بتایا ہے۔[2] تو کسی نے پانچواں[3] اس قدر تاریخی خلاء کو کیسے پُر کیا جا سکتا ہے۔ پھر اس حقیقت سے انکار کیسے ممکن ہے کہ کھوکھر اصل میں ہندی نسل ہیں۔ جیسے ایبٹ سن نے لکھا ہے:

> " That the khokhars were originally Hindus appears hardly open to question. The khokharas in jhelum say that they use to keep up certain Hindu customs, and had prohits, who were Datts until recent times, but this is no longer the case. They do not know whether they are connected with other Khokhars of the Punjab."[4]

تاریخ دانوں کا خیال ہے کہ قطب شاہ کے ہندوستان آنے سے کھوکھروں کی دو قسمیں ہو گئیں۔ ایک علوی کھوکھر جو زمان علی کھوکھر سے منسوب ہیں اور دوسرے ہندی النسل کے کھوکھر۔[5] جنرل ایبٹ سن کی تحقیق کے مطابق قطب شاہی کھوکھروں سے مراد قطب شاہ یا اُس کے بیٹوں کی اولاد نہیں بلکہ قطب شاہی کھوکھروں سے مراد وہ کھوکھر ہیں جنہوں نے قطب شاہ یا اُس کے کسی خلیفہ سے متاثر ہو کر اسلام قبول کیا۔ وہ لکھتے ہیں:

1- تاریخ الاعوان ص 39

2- ایضاً

3- تاریخ نسب نامہ کھوکھراں حصہ اول ص 13

4- A glossary of the Trilbes and Castes of the Punjab NWFP-vol-2 Lahore 1911, P-539 (Foot-note)

5- تاریخ نسب نامہ کھوکھراں حصہ اول ص 11

> ‘‘The origins of the khokhars are as those of any Panjab Tribe. Tradition appears invariably to connect them with the Awans, making khokhars one of the Qutab Shah's son and the khokhar Qutab Shsh is his descendants, who would thus be akin to the Juhans also. But this pedgree probably merely records the fact that the Awans and khokhars owe their conversion to Islam to the saint Qutab Shah or his desciples, or that they both accepted his teachings’’(1)

تاریخ انساب الاقوام کے مصنف کے قول کے مطابق کھوکھر، راجپوت اور اعوان خلط ملط ہوگئے ہیں۔لیکن تاریخ الاعوان کے مصنف کا خیال ہے:

> ’’ یہ اعتراض بالکل بے بنیاد ہے کیوں کہ یہ تو جب ہوتا ہے کہ راجپوت اپنے آپ کوکم مرتبہ کی قوم سمجھتے۔ وہ تو اپنے آپ کو ایک معزز قوم سمجھتے ہیں۔ وہ تو مسلمان ہو کر بھی اپنی قوم کو دوسری نومسلم اقوام کی طرح شیخ نہیں بتلاتے تو انہیں اعوانوں میں خلط ملط ہونے کی کیا ضرورت تھی۔‘‘(2)

ملک شیر محمد اعوان صاحب کا یہ خیال بالکل درست ہے کہ راجپوتوں نے ہمیشہ اپنے آپ کو ایک علیحدہ اور زندہ قوم تصور کیا ہے۔ اس بات کا ثبوت ہمیں تذکرہ نوشاہی کے مصنف کے اُس بیان سے ملتا ہے جو اُس نے نوشہ صاحبؒ کے متعلق دیا ہے:

> ’’ذات شریف ایشاں جالپ کھوکھر است‘‘(1)

1- Tribes and Castes of the Punjab- vol - 2 , P-537

2- تاریخ الاعوان ص39

شرافت نوشاہی اور برق نوشاہی نے لفظ جالپ کو جالب بنا کر نوشہ صاحبؒ کو پیر جالب کے شجرہ نسب سے ملا دیا ہے حالاں کہ تذکرہ نوشاہی میں واضح طور پر لفظ ''جالپ کھوکھر'' لکھا ہوا ہے۔

''جالپ پنوار'' راجپوتوں کی نسل ہے۔ ایبٹ سن کی تحقیق کے مطابق کھوکھر اور راجپوت قدیم زمانے میں ایک ہی قوم اور نسل تھے:

> "They say that they were originally khokhar Rajputs, who took the name of their emponym, Jalap, who became a famous pir and was burried at Ramdiana in the Shahpur District, where they then develt and where they still go to do reverence at his tomb. They moved to their present location in the time of Sidharan, who was several generations in descent from Jalap."(2)

لیفٹیننٹ کرنل وائکلی کی رائے ایبٹ سن کی تحقیق کی تصدیق کرتی ہے۔ وہ لکھتا ہے:

> "The Jalaps cliam to be khokhar-Ragputs. This small tribe is met with chiefly in the Pind Dadan khan Tehsil of Jhelum Distt, there are also a few small villeages in the Bhera Tehsil of Shahpur. The best known families reside at Chak Shadi and Pinanwal."(3)

1- تذکرہ نوشاہی (قلمی) ص 64

2- Tribes abd Castes of the Punjab- Vol-2 , P 350-51

3- Lt- col, Wikely: The Punjabi Muslimans Lahore - 1968 P-95.

نوشہ صاحبؒ کی قومیت ''جالپ راجپوت''

تذکرہ نوشاہی کے مصنف نے اس خدشے سے بچنے کے لیے کہ لوگ کھوکھر سے مراد قطب شاہ کی اولاد نہ سمجھ لیں اُس نے قصداً جالپ کا لفظ لکھ دیا تا کہ یہ بات واضح ہو جائے کہ حضرت نوشہ صاحبؒ کا نسبی تعلق قطب شاہی کھوکھروں کے ساتھ نہیں بلکہ جالپ کھوکھروں کے ساتھ تھا۔ کیونکہ کھوکھر بھی دراصل راجپوت ہیں، اس لیے نوشہ صاحبؒ کا نسبی تعلق جالپ راجپوت خاندان سے بنتا ہے۔

اگر نوشہ صاحبؒ کا تعلق زمان علی کھوکھر کی اولاد سے ہوتا تذکرہ نوشاہی کا مصنف آپ کو کھوکھر علوی یا قطب شاہی کھوکھر لکھتا نہ کہ کھوکھر جالپ۔ چنانچہ کھوکھر جالپ لکھنے کا مقصد ہی قوم راجپوت اور گوت جالپ ہے۔ لہٰذا نوشہ صاحبؒ کا نسبی تعلق جالپ راجپوتوں کے ایک باعزت اور باوقار خاندان سے تھا۔ جو پنن وال سے ہجرت کر کے موضع گھگانوالی تحصیل پھالیہ ضلع گجرات [موجودہ منڈی بہاء الدین] میں آباد ہوا تھا۔ اسی تحقیق کی خاطر ہمیں موضع پنن وال اور رام دیانہ کے محکمہ مال کے ریکارڈ کی چھان پھٹک کرنا پڑی۔ جس میں نوشہ صاحبؒ کے بزرگوں کی قومیت جالپ راجپوت درج ہے۔ اس کے علاوہ موجودہ مزار موضع رنمل تحصیل پھالیہ ضلع گجرات کی مسل حقیت سے بھی اس حقیقت کا انکشاف ہوتا ہے کہ:

> ''مسمی نوشہ صاحبؒ فقیر قوم راجپوت گوت جالپ بطور سیاحی اس جگہ آیا۔ لب دریا مکانات و مسجد وغیرہ بنوائی۔ صدمہ دریا سے وہ مکان برد ہو گئے۔ پھر بعد مرنے نوشہ صاحبؒ فقیر کی اولاد اسکی خانقاہ و مسجد وغیرہ مکانات بعمارت پختہ بنائے تب سے یہ قوم فقیر نوشاہی بھی مالک ہے اور دیگر اقوام متفرق مندرجہ شجرہ نسب بندوبست گذشتہ

میں پیش گاہ صاحب سپرنٹنڈنٹ سے مالک بن گئے۔ کیفیت مفصل
محاذ نام ان کے درج ہے۔'' بلفظہٖ (1)

یہ بات صحیح ہے کہ محکمہ مال کا نظام بندوبست انگریزی عہد میں عمل میں آیا اور یہ سب امور حضرت نوشہ صاحبؒ کی وفات کے ایک عرصے بعد انجام پائے۔ خاص طور پر تحصیل پھالیہ کا بندوبست سرسری 1857ء میں ہوا اور مکمل دس برس کی چھان پھٹک کے بعد مئی 1867ء میں اس نظام بندوبست کو قانونی قرار دیا گیا۔ اس میں مالکان زمین (گاؤں) کی تصدیق شجرہ مراثیاں کی تصدیق ، قانونگو اور پٹواری کے بعد علاقے کے سپرنٹنڈنٹ صاحب کی تصدیق شامل ہے۔ اس لئے اس سرکاری ریکارڈ میں غلطی کا امکان نہیں۔ بقول برق نوشاہی :

> '' حقیقت یہ ہے کہ حضرت نوشہ پیرؒ کی اولاد کی قوم کاغذات مال میں علماء اور فقیر درج ہوگئی تھی اور یہ دونوں قومیں پنجاب میں غیر زراعت پیشہ ہیں۔ اس لیے آپ کی اولاد نے صرف زراعت پیشہ بننے کے لیے افسران سے میل ملاپ کر کے اور زر کثیر خرچ کر کے اپنی قوم جالپ راجپوت لکھوائی تھی۔ آپ کی اولاد جو پنڈ عزیز ضلع گجرات میں رہتی ہے اُس نے مجھے بتایا کہ ہم بیس پچیس سال سے زراعت پیشہ بننے کے لیے دعویٰ صحت قوم کر کے جالب راجپوت بنے ہیں۔'' (2)

مگر یہ بات منطقی اور تاریخی حوالوں سے سچ ثابت نہیں ہوتی۔

i- پہلی بات تو یہ ہے کہ برق نوشاہی اور شرافت نوشاہی صاحبان اپنے بڑے بزرگوں کو نہایت تقویٰ شعار، پاکیزہ کردار ہونے کے ناطے ولی اللہ لکھتے اور

1- مسل حقیت موضع رنمل ریکارڈ محکمہ مال تحصیل پھالیہ ضلع گجرات
2- برق نوشاہی: لوامع البرکات فی تحقیق السادات؛ ڈوگر گجرات ص 47-46

مانتے آئے ہیں۔ پاکیزہ نفوس محض دنیاوی منفعت کی خاطر اپنی ذات تبدیل کرنے کے لیے جھوٹ کا سہارا لیں گے قرین قیاس نہیں۔

O

-ii ثواقب المناقب کے مصنف محمد ماہ صداقت کنجاہی نے 1126ھ/ 1714ء اور تذکرہ نوشاہی کے مصنف شیخ محمد حیات برخورداری نے 1146ھ/ 1733ء میں آپ کی ذات جالپ کھوکھر لکھی ہے اور یہ زمانہ انگریز حکومت کے سرکاری بندوبست سے 124 سال پہلے کا ہے۔

O

-iii اگر شرافت نوشاہی اور برق نوشاہی کا بیان درست ہے تو پھر بات صرف قومت تک محدود رہنی چاہیے تھی۔شجرہ میں سے باپ دادا کے نام تبدیل نہیں ہو سکتے۔ جبکہ برق نوشاہی اور شرافت نوشاہی کے ترتیب دیئے ہوئے شجرے کے نام محکمہ مال کے صدیوں پرانے ریکارڈ سے بالکل مختلف ہیں۔ جن کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ چنانچہ ہم نے موضع رام دیانہ، پنن وال، گھگانوالی، ساہنپال اور موضع رنمل کے محکمہ مال کے سرکاری ریکارڈ سے نوشہ گنج بخشؒ اور ان کی اولاد کا شجرہ مرتب کیا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ ہم نے خاندانی مخطوطات کو بھی پیش نظر رکھا ہے۔ جن سے پتا چلتا ہے کہ آپ کا تعلق قوم راجپوت، گوت جالپ سے تھا۔

O

شجرہ نسب اگلے صفحے پر ملاحظہ کیجئے۔

شجرہ نسب

نقل بمطابق اصل مسل حقیت وشجرہ نسب موضع رام دیانہ پرگنہ مہڈ تحصیل کالووال شاہپور (موجودہ ضلع سرگودھا)

ذکر آبادی وحصول ملکیت بندوبست قانونی 1865ء

عندالاستفسار مالکان دیہہ سے ہوا کہ عرصہ تخمیناً 750 برس کا ہوا ہوگا کہ مسمی رام دی مورث اعلیٰ ہم مالکان کے عہد بادشاہی کے جنگل ویرانہ میں آباد کرکے نام دیہہ اوپر نام اپنے کے رام دیانہ رکھا۔ عرصہ 250 برس تک آباد رہ کر ویران ہوگیا اور عرصہ 40 برس تک ویران رہا۔ بعد اس کے مسمیان عیسےٰ و رحمان مالکان طرف ''دولووالی'' و''رسدانی'' آباد کیا۔ جب سے اصلاً آباد ہے اور مالکان طرف ہائے میں بعد آباد کر لینے عیسےٰ و رحمان کے آ کر آباد ہوتے رہے اور مدت سے چار طرف مندرجہ ذیل رسدانی، دولو والی، جہالی، ہمووالی مشہور ہے۔

شجرہ نسب موضع رام دیانہ بندوبست قانونی 1865ء

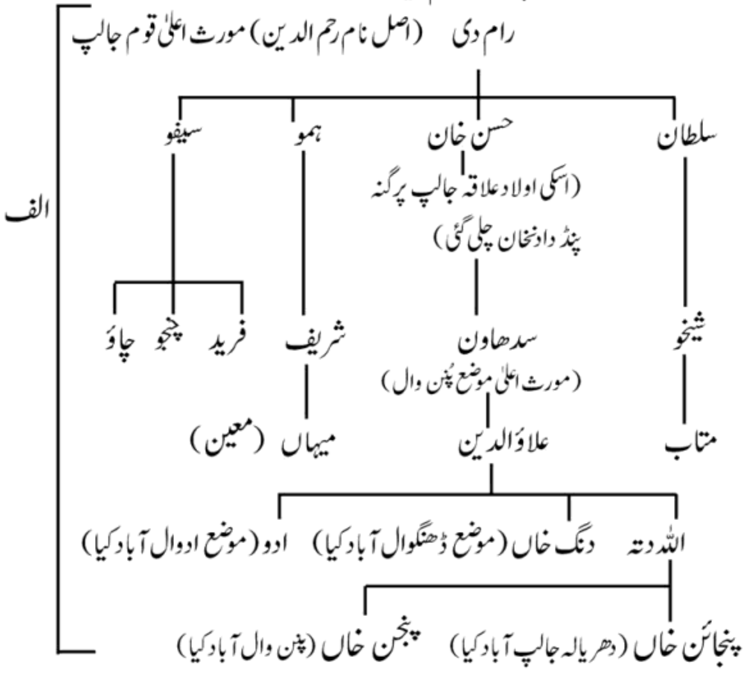

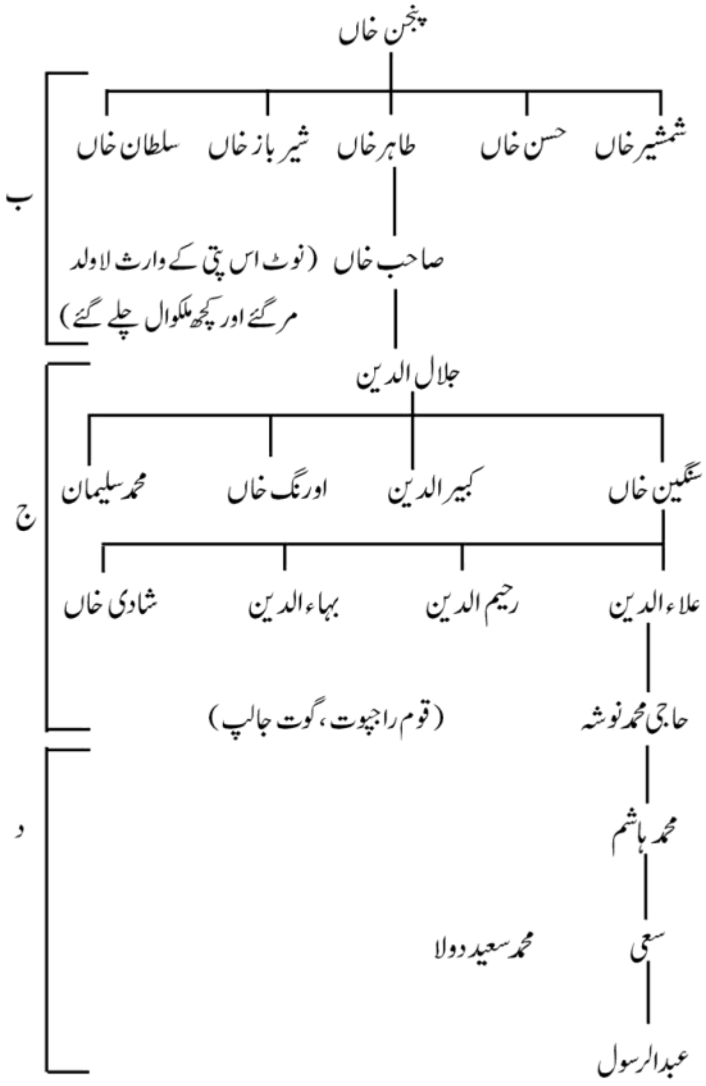

اشارے:

(الف) بمطابق مسل حقیت و شجرہ نسب موضع رام دیانہ پرگنہ مہڈ تحصیل کالووال ضلع

شاہپور (موجودہ ضلع سرگودھا)

(ب) بمطابق مسل حقیت و شجرہ نسب موضع پنن وال تحصیل پنڈ دادنخان ضلع جہلم

(ج) یہ شجرہ نسب حضرت نوشہؒ کے نواسے میاں ہدایت اللہ بن حافظ معموریؒ کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے۔ انہوں نے یہ شجرہ حضرت شاہ ابوالمعالیؒ کی فارسی تصنیف تحفۃ القادریہ کی نقل تیار کرتے ہوئے اُس کے ایک صفحہ پر تحریر کیا ہے۔ یہ تحریر 1137ھ/ 1725ء سے قبل کی ہے۔ کیونکہ اس پر حضرت نوشہؒ کے پوتے شیخ عصمت اللہؒ بن شیخ برخوردارؒ متوفی 1137ھ کی مہر ثبت ہے اور یہ مخطوطہ اس وقت صاحبزادہ محبوب حسین نوشاہی مقیم سنگھوئی ضلع جہلم کے کتب خانے میں موجود ہے۔ شجرہ کی تفصیل یوں ہے:

''نسب نامہ بموجب اظہار رانجھا و مانجھا مراثیان قدیم ساکنان خورد خانہ نوشتہ شد۔ ومہانہ و رانجھا پسران رانجھا اند ۔ حضرت قدوۃ الواصلین حضرت حاجی محمد نوشہ قدس سرہٗ بن شیخ علاء الدین و رحیم الدین و بہاء الدین و شادی خاں ابنائے سنگین اند۔ نام مادرِ ایشاں اصالت خاتون است ۔ وسنگین خاں وکبیر الدین و اورنگ خاں ومحمد سلیمان ابنائے جلال اند'' بلفظہٖ

(د) بمطابق مسل حقیت و شجرہ نسب موضع رنمل تحصیل پھالیہ ضلع گجرات

O

ولادت

کسی شخصیت کا زمانہ متعین کرنے کے لیے تین طریقے اختیار کئے جاتے ہیں۔

(i) تحریر میں سنین درج ہوں اور ہندسوں میں تحریر ہوں۔

(ii) کسی مصرع میں سن مذکور ہو۔ جیسا کہ قدیم زمانے میں رواج تھا کہ شخصیت کی ولادت اور وفات کی تاریخ قطعات یا ایک دو اشعار میں بیان کی جاتی تھی۔

مذکورہ دونوں طریقوں میں غلطی کا احتمال ہو سکتا ہے۔ کاتب سے کتابت کرتے وقت ہندسوں میں اُلٹ پھیر ہو سکتا ہے۔ اشعار میں تاریخ بیان کرتے ہوئے اعداد کی جمع تفریق میں غلطی ہو سکتی ہے۔ اس لیے ان دونوں طریقوں پر پوری طرح بھروسہ نہیں کیا جا سکتا۔ جبکہ شخصیت بھی قدیم ہو اور کتب بھی قدیم اور قلمی صورت میں ہوں۔ پھر ایک کتاب سے دوسری کتاب نقل کرتے ہوئے بھی غلطی کا امکان بہرصورت رہتا ہے۔

(iii) کسی شخصیت کا زمانہ متعین کرنے کا تیسرا طریقہ یہ ہے کہ تحریر میں بیان کئے گئے واقعات کی تاریخی کڑیاں آپس میں اس طرح جوڑی جائیں کہ شخصیت کے دور کی مکمل تصویر سامنے آ جائے۔ اس طریقے سے زمانہ تعین کرنا اگرچہ دشوار مگر قابل یقین ہوتا ہے۔

حضرت نوشہ گنج بخشؒ کی ولادت کے متعلق سلسلہ نوشاہیہ کی بنیادی کتب تذکرہ نوشاہی، ثواقب المناقب، کنز الرحمت اور تحائف قدسیہ میں ایسا کوئی ذکر نہیں جس سے پتہ چل سکے کہ آپ کا سن ولادت کیا ہے؟ البتہ بعد کے مصنفین نے آپ کی ولادت 959ھ/ 1552ء [1] قرار دی ہے۔ ہم یہاں ان مصنفین کی درج کی گئی

-1 شرافت نوشاہی: شریف التواریخ جلد اول ص 192
برق نوشاہی: نوشہ پیر، ڈوگہ گجرات 1976ء ص 25

تاریخوں کا جائزہ لینے کے بعد اور سلسلہ نوشاہیہ کی بنیادی کتب کے پیش نظر حتمی نتیجے پر پہنچیں گے کہ حضرت نوشہ گنج بخشؒ کی صحیح تاریخ ولادت کیا ہے۔

(1)

جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ تذکرہ نوشاہی، ثواقب المناقب، کنزالرحمت اور تحائف قدسیہ نوشاہی سلسلے کی بنیادی کتب ہیں۔ لیکن حیران کن بات یہ ہے کہ اُن جملہ معتبر کتب میں کسی ایک بھی مصنف نے نوشہ صاحبؒ کی تاریخ ولادت نہیں لکھی۔ یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر بنیادی مآخذات میں تاریخ ولادت کا کہیں ذکر نہیں ہے تو بعد میں آنے والے تذکرہ نگاروں نے تاریخ ولادت کہاں سے حاصل کی؟ اس سلسلے میں بیاض نانک [1] ایک قلمی نسخے کا حوالہ سامنے آتا ہے۔ جس پر 1224ھ کی مہر ثبت ہے اور یہ نسخہ کسی نانک نامی شخص کی تحریر ہے۔ اسی نام کی مناسبت سے اس کا نام بیاض نانک ہے اس نسخہ پر ثبت مہر سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ یہ بیاض 1224ھ سے قبل کی تصنیف ہے۔ اس بیاض کے ایک حاشیے پر نوشہ صاحبؒ کی ولادت کا سال 959ھ درج ہے۔ بعد کے تذکرہ نگاروں نے بغیر تحقیق اور غور و فکر کیے اس سن ولادت کو اپنی کتب میں نقل کر لیا۔

قابل توجہ بات یہ ہے کہ بیاض نانک کے مصنف نے یہ تاریخ ولادت کہاں سے حاصل کی۔ اس کا مآخذ کیا ہے۔ اس ضمن میں سلسلہ نوشاہیہ کی تمام کتب خاموش ہیں۔ بیاض نانک نہ تو سلسلہ نوشاہیہ کی کتاب ہے اور نہ ہی اُس کے مصنف کے متعلق کوئی سراغ ملتا ہے کہ وہ کون تھا کہاں کا رہائشی تھا، کچھ معلوم نہیں پڑتا۔ اُس نے بیاض کے حاشیئے پر تاریخ ولادت 27 رمضان المبارک اور یکم رمضان 959ھ لکھ دی ہے۔ 27 رمضان المبارک لکھ کر پھر اُس پر لکیر سے کاٹ دیا ہے۔ اس تاریخ کے علاوہ ساری

1- مملوکہ کتب خانہ برق نوشاہی چک ڈوگہ، گجرات

بیاض میں نوشہ صاحبؒ کے متعلق کچھ نہیں لکھا گیا۔ جس سے معلوم ہوتا کہ اس بیاض اور اُسکے مصنف کا سلسلہ نوشاہیہ سے کوئی تعلق نہ تھا۔ اس لیے یہ حوالہ ہمارے نزدیک کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔

(2)

اگر سلسلہ نوشاہیہ کے بنیادی مآ خذات پر نظر تعمق ڈالیں تو نوشہ صاحبؒ کی ولادت کے بارے میں اگرچہ براہ راست کوئی خاص معلومات حاصل نہیں ہوتیں تاہم چند مطبوعہ اور غیر مطبوعہ کتب میں کچھ ایسے حوالے موجود ہیں، جن سے تذکرہ نگاروں نے اندازاً تاریخ ولادت اخذ کرنے کی ناکام کوشش کی ہے۔ جیسے:

i- عبدالرحیم ساکن سدا کنبوہ کے بیان کے مطابق ''نوشہ صاحبؒ کا وصال 1064ھ وچ ہویا۔''[1]

ii- شیخ عمر بخش رسول نگری۔ (وفات 1311ھ) کے قول کے مطابق ''نوشہ صاحبؒ کی عمر 105 برس تھی۔''[2]

اگر 1064ھ میں سے 105 منفی کر دیئے جائیں تو 959ہجری سن بنتا ہے۔ شرافت نوشاہی[3]، قریشی احمد حسین قلعداری[4]، برق نوشاہی[5]، عبدالغفور قریشی[6]، حمید اللہ ہاشمی[7] نے اسی کلیے کے تحت نوشہ صاحبؒ کی تاریخ ولادت 959ھ/1552ء لکھی ہے۔ یہاں پھر وہی سوال اٹھتا ہے کہ عمر بخش رسول نگری کو کیسے معلوم ہوا

1- تذکرہ نوشاہی (قلمی) ص206
2- عمر بخش رسول نگری: مناقبات نوشاہی قلمی (تصنیف 1310ھ) مملوکہ شرافت نوشاہی۔ ساہنپال گجرات
3- شریف التواریخ جلد اول ص912
4- پنجابی ادب کی مختصر تاریخ ص350
5- نوشہ پیر ص35
6- پنجابی ادب دی کہانی ص223
7- پنجابی ادب دی مختصر تاریخ تاج بکڈپو لاہور س ن ص225

کہ نوشہ صاحبؒ کی عمر 105 سال تھی۔ اس کا کوئی ثبوت اور دلیل نہیں ہے۔

(3)

مفتی غلام سرور لاہوری[1] اور مولوی دین محمد[2] نے نوشہ صاحبؒ کی وفات 1103ھ لکھی ہے۔ اگر ہم عمر بخش رسول نگری کی بات کو صحیح تسلیم کر لیں تو 1103ھ میں سے 105 نفی کرنے سے نوشہ صاحبؒ کی ولادت 998ہجری بنتی ہے۔ بقول مفتی صاحب نوشہ صاحبؒ کے بڑے بیٹے برخوردار 1130ھ[3] میں فوت ہوئے۔ جبکہ شرافت نوشاہی[4] اور برق نوشاہی[5] کی تحقیق کے مطابق میاں برخوردار نوشہ صاحبؒ کے 29 سال بعد اللہ کو پیارے ہوئے۔ اگر 1130ھ میں سے 29 نکال دیں تو نوشہ صاحبؒ کی وفات کا سن 1101ھ ہونا چاہیے۔ اور اگر 1101ھ میں نوشہ صاحبؒ کی عمر 105 سال منفی کر دیئے جائیں تو پھر ولادت کا سن 996ھ بنتا ہے۔

اگر ہم مفتی صاحب کا یہ دعویٰ درست تسلیم کر لیں کہ نوشہ صاحبؒ کا وصال 1103ھ[6] میں ہوا اور اُس میں سے نوشہ صاحبؒ کی عمر 105 سال خارج کر دیں تو نوشہ صاحبؒ کی ولدت 998 بنتی ہے۔ چنانچہ ان مباحث سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ یہ تمام سنین دُرست نہیں۔

1- خزینۃ الاصفیا ص288

2- مولوی دین محمد: باغ اولیائے ہند، لاہور 1928ء ص 35

3- خزینۃ الاصفیا ص228

4- تذکرہ نوشہ گنج بخش ص159

5- نوشہ پیر ص43

6- مفتی صاحب کی اس رائے کا تجزیہ نوشہ صاحبؒ کی وفات کے ضمن میں کیا جائے گا۔

(4)

رسالہ الاعجاز تصنیف مرزا احمد بیگ لاہوری کا ایک نامکمل نسخہ 1146ھ میں شیخ محمد حیات برخوداری (م 1173ھ) کے ہاتھ لگا۔جس کے متعلق وہ خود رقمطراز ہیں:

'' جزوے چند نا مرتب نہ خطبہ ابتدائش ونہ خاتمہ انتہائش از بسیاری کہنگی اکثر عبارتش ریختہ از تصنیف مرزا احمد بیگ لاہوری''(1)

انہوں نے نسخہ کی اصل عبارتیں ویسے ہی رہنے دی ہیں۔لیکن بعض مقامات پر اپنی جانب سے اضافہ کر کے 1146ہجری میں رسالہ تذکرہ نوشاہی مرتب کیا۔مفتی غلام سرور لاہوری نے نوشہ صاحبؒ کے حالات اسی تذکرہ نوشاہی سے لیے ہیں۔ شرافت نوشاہی کے خیال میں:

'' مفتی صاحب کو تذکرہ نوشاہی کی عبارتوں میں اشتباہ والتباس واقع ہوگیا۔وہ یہ تحقیق نہیں کر سکے کہ اس میں رسالہ احمد بیگ (م 1108ھ) کی کونسی عبارت ہے اور تذکرہ نوشاہی کی کونسی ۔ چنانچہ مرزا احمد بیگ لکھتے ہیں:

''ہنگام نوشتن رسالہ کہ بعد از وصال حضرت شاہ چہل وسہ سال گذشتہ بود''(2)

مفتی صاحب نے اس عبارت کو حافظ محمد حیات کی عبارت سمجھا اور چونکہ تذکرہ نوشاہیہ کے دیباچہ میں اس کا سال تصنیف 1146ھ تحریر تھا۔اس میں سے 43 سال تفریق کر کے 1103ہجری

1- تذکرہ نوشاہی (قلمی) دانشگاہ پنجاب ذخیرہ شیرانی۔نمبر 5171 / 2160، ورق 2الف

2- اذکار نوشاہیہ ص 35

کوحضرت نوشہ عالیجاہ کا سن وفات قرار دے دیا۔ حالانکہ یہ عبارت
مرزا احمد بیگ کی تھی جس سے ثابت ہوتا تھا کہ نوشہ صاحبؒ کی وفات
یعنی 1064ھ کے 43سال بعد یہ رسالہ تصنیف ہوا جس سے
1107ھ متعین ہوتا ہے۔

مرزا احمد بیگ صاحب رسالہ اور سید حافظ محمد حیات صاحب
تذکرہ کا یہ طریقہ ہے کہ وہ حضرت نوشہ صاحبؒ کا نام نامی اکثر اپنی
عبارتوں میں بوجہ ادب ''حضرت شاہ صاحب'' یا حضرت شاہ جیو لکھا
کرتے ہیں۔مفتی صاحب کو یہ عبارت نظر پڑی کہ حضرت شاہ جیو کی
وفات 1064ھ میں ہوئی تو انہوں نے شاہ جیو سے حضرت شاہ
سلیمان نوری کو مراد لیا۔ جو حضرت نوشہ کے پیر طریقت تھے۔[1]

شرافت نوشاہی صاحب کی اس دلیل سے اتفاق ضروری نہیں کہ مفتی صاحب کو تذکرہ نوشاہی کی عبارت پڑھنے میں اشتباہ ہوا کیونکہ مفتی صاحب نے خزینۃ الاصفیاء میں سخی شاہ سلیمان نوریؒ کی وفات کا سن 1064ھ نہیں بلکہ 1065ھ لکھا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ ہماری تحقیق کے مطابق ''ہنگام نوشتن رسالہ کہ بعد از وصال حضرت شاہ چہل وسہ سال گذشتہ بود'' والی عبارت مرزا احمد بیگ کی نہیں۔ یہ عبارت تذکرہ نوشاہی کے مصنف محمد حیات کی ہے اور اصل عبارت یوں ہے:

''اتفاقاً در اثناءِ نوشتن رسالہ کہ از وصال حضرت شاہ چہل وسہ سال
گزشتہ بود کہ از اخلاص مندان عزیزی از لشکر ظفر اثر عالمگیر بادشاہ کہ
اسم آں عزیز محمد امین نقل کرد کہ من خورد سال بقصدِ خواندن بلاہور رفتہ
بودم کہ ناگاہ دیدار مبارک برمن متجلی شد۔ من بے اختیار شدہ۔
برخاستم۔ چوں بآب دریائے راوی رسیدم می بارید و آب بآں طغیانی

1- اذکار نوشاہیہ ص 36 تا 38

بود کہ کشتی از ملاحظہ ملاحاں نمی انداختند ...... بموضع ساہنپال آمدیم و
حضرت شاہ بدولت خانہ نشستہ بودند، فرمودند کہ شخصے از اخلاص مندان
مامی آید کہ دریں اثناء پایاں آمدہ رسیدیم۔ جمع مردم وفقیر حضرت را
قدم بوس نمودیم۔ دیگراں را رخصت کردند ومرا فرمودند کہ درہیچو وقتے
چرا آمدی۔ من حقیقت ظاہر کردم کہ دیدار مبارک متجلی شد۔ بے تاب
شدہ آوردم۔ درآں اثناء شخصے لنگی آوردہ۔ گرزاند۔ در دل من گذشت
کہ من پرچہ پوشیدن ندارم۔ اگر عنایت بکنند بپوشم، بمن عنایت
کردند۔ فرمودند کہ تو ہر جا خواہی ماند ممدتو خواہم شد۔ برو ،
مرا رخصت فرمودند۔ مرا نوکری بادشاہ وقرب نصیب شُد۔"[1]

جیسے تذکرہ نوشاہی کے مصنف شیخ محمد حیات نے مرزا احمد بیگ کے رسالہ "الاعجاز" معروف بہ مقامات حاجی بادشاہ سے 1146ھ میں تذکرہ نوشاہی مرتب کیا ہے اُسی طرح علامہ محمد ماہ صداقت کنجاہی نے 1124ھ میں رسالہ الاعجاز کو سامنے رکھ کر ثواقب المناقب لکھی ہے۔ تذکرہ نوشاہی اور ثواقب المناقب میں درج تمام واقعات کی ترتیب ایک جیسی ہے۔ جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ رسالہ الاعجاز کے واقعات کی ترتیب بھی وہی تھی جو اس وقت تذکرہ نوشاہی اور ثواقب المناقب کی ہے۔ شیخ محمد حیات نے صرف برخوردار صاحب کے صاحبزادوں کا ذکر تفصیل سے کیا ہے۔ جبکہ ثواقب المناقب میں صداقت کنجاہی نے ان واقعات میں کوئی تبدیلی نہیں کی۔ انہوں نے اسے ادبی رنگ میں پیش کیا ہے۔ صداقت کنجاہی خود لکھتے ہیں:

"گویا درشان اوست بعبارت رنگین غازہ پردازئ شاہد حُسن اعتقاد
باید دانست"[2]

1- تذکرہ نوشاہی (قلمی) ص 176

2- ثواقب المناقب ص 13

ثواقب المناقب دراصل تذکرہ نوشاہی سے تقریباً بیس برس قبل لکھی گئی۔
صداقت کنجاہی کومرزا احمد بیگ کا رسالہ ''الاعجاز'' مکمل حالت میں دستیاب ہوا تھا۔ ورنہ وہ بھی اس کے کٹے پھٹے ہونے کی شکایت کرتے۔ ثواقب المناقب میں تذکرہ نوشاہی والا مذکورہ بالا واقعہ موجود ہے۔مگر اس میں ''اتفاقاً داریں اثناءنوشتن رسالہ کہ بعد از وصال حضرت شاہ چہل وسہ سال گذشتہ بود'' والا جملہ نہیں ہے۔ اگر یہ جملہ مرزا احمد بیگ کا ہوتا تو صداقت کنجاہی اسے ثواقب المناقب میں ضرور درج کرتے۔ ثواقب المناقب میں ''چہل و سہ سال'' اور عالمگیر بادشاہ کا ذکر تک نہیں ہے۔جس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ جملہ تذکرہ نوشاہی کے مصنف شیخ محمد حیات کا اپنا ہے نہ کہ مرزا احمد بیگ کا۔مگر اس بیان سے بھی کوئی ایسا سراغ نہیں ملتا کہ آپ کی ولادت کے بارے میں علم ہو سکے کہ کس سن میں ہوئی؟ چنانچہ ان تمام باتوں کوصرف نظر کرکے ہم نوشاہی سلسلے کے خاندانی مآ خذات کی کچھ اور اندرونی شہادتوں پرغور کرتے ہیں۔

(5)

سلسلہ نوشاہی کی مآ خذ کتب کی اندرونی شہادتیں

تذکرہ نگاروں کے بیان کئے ہوئے سنین ہمیں کسی منزل پرنہیں پہنچا سکے۔ اس لیے ہم تحقیق کے تیسرے اصول کو بروئے کار لاتے ہوئے سلسلہ نوشاہیہ کی کتب سے اندرونی شہادتیں اکٹھی کرکے اور انکی تاریخی کڑیاں آپس میں ملا کر کسی حتمی نتیجے پر پہنچنے کی کوشش کریں گے۔ کیونکہ یہی طریقہ قابل اعتماد اور قابل یقین ہے۔

تذکرہ نوشاہی کا مصنف لکھتا ہے کہ جوانی کے زمانے میں حضرت نوشہ صاحبؒ کو لاہور کی سیر کا شوق ہوا تو آپ اپنے چند ساتھیوں کے ہمراہ لاہور تشریف

لائے مسجد فقیر بخاری میں قیام کیا۔[1] اور شیخ عبدالوہاب متقی سے ملاقات ہوئی۔[2]

حضرت شاہ و اخلاص منداں را ذوق سیر لاہور شد۔ و درآں اثناء بادشاہ وقت شاہ جہان در لاہور بود۔ چوں بمقدم شریف لاہور را سرفراز ساختند۔ درآں زماں شیخ عبدالوہاب نام بزرگ در مسجد فرید بخاری می بودند۔ واین سخن از زبان مرید شیخ، شیخ فتح محمد کہ در سیالکوٹ بودند، استماع یافتہ کہ دریں خدمت پیر خود نشتہ بودم کہ حضرت شاہ تشریف فرمودند، یک کس ہمراہ ایشاں بود۔ ملاقاتِ شیخ نمودہ۔ درمجلس ساعت نشستہ رُخصت شدند۔ شیخ ماگفت کہ یاراں نمی بیند ایں جوان کہ میرود پائے ایں بر زمین نمیرسد وعنقریب کار ایں بعلو خواہد کشید۔ بعد از زیارت بزرگان و مشائخ حیات و ممات فرمودند کہ یاراں ہر کہ در کسب خود کامل باشداو رابابید دید۔ باراں گفتند کہ ما تابع امریم۔ فرمودند کہ پہلوان پائے تخت را ذوق دیدن است۔ و درآں پہلوان از ولایت آمدہ بودند کہ جنگی زور بود، و شاہجہان بادشاہ در خاص و عام باپائے تخت اُو راکشتی گیرندہ بود۔[3]

شرافت نوشاہی اور برق نوشاہی نے لکھا ہے کہ اسی دوران آپ کی ملاقات مسجد فرید بخاری میں شیخ عبدالوہاب متقی قادری شاذلی قطب مکہ سے ہوئی۔[4]

مندرجہ ذیل تاریخی شہادتوں کے سبب یہ دعویٰ سچ ثابت نہیں ہوتا۔

1- تذکرہ نوشاہی ص 94

2- ثواقب المناقب ص 105، تذکرہ نوشاہی میں متقی کا لفظ موجود نہیں۔

3- تذکرہ نوشاہی قلمی مملوکہ صاحبزادہ محبوب حسین سنگھوئی ص 93-94 و دانشگاہ پنجاب نمبر 6188 ورق 14 ب نمبر 515 / 216 ورق 35 ب

4- تذکرہ نوشہ گنج بخشؒ ص 4 و نوشہ پیر ص 26

(الف) عبدالوہاب متقی شاذلی قطب مکہ بیس برس کی عمر میں (963ھ) مکہ شریف تشریف لے گئے اور وہاں علی متقی کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ باراں سال دینی علوم حاصل کیے۔ پھر چھبیس سال مکہ مکرمہ میں ظاہر اور باطنی علوم کی اشاعت میں مصروف رہے۔ [1] حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی (م 1052ھ) ان کے مرید تھے۔ پھر ان کے اصرار پر 1000ھ [2] میں دہلی آئے مگر اُسی سال حج کے موقع پر واپس چلے گئے۔ اور 1001ھ میں وصال فرمایا۔ [3] شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے آپ کے لاہور تشریف لانے کا کہیں بھی ذکر نہیں کیا اور نہ کسی مستند تذکرے سے آپ کا لاہور تشریف لانا ثابت ہے۔

(ب) مسجد فرید بخاری شیخ عبدلوہاب متقی کی وفات کے 15 یا 20 برس بعد تعمیر ہوئی۔ فرید بخاری اکبری عہد میں بخشی کے عہدے پر فائز تھے۔ [4] جہانگیر کے عہد میں انہیں گجرات کا والی مقرر کیا گیا تھا اور مرتضٰی خاں کا خطاب ملا

1- مولانا عبدالاول جونپوری: مفید المفتی، لکھنؤ۔ 1326ھ ص 128

2- خلیق احمد نظامی: حیات شیخ عبدالحق محدث دہلوی، ندوۃ المصنفین دہلی 1953ء ص 127 - 124

3- مفید المفتی مذکور ص 128

4- ایس ایم اکرام: ڈاکٹر وحید قریشی (مرتبین) دربار ملی اردو ترجمہ۔ عبدالحمید یزدانی لاہور 1966ء ص 512 و محمد لطیف: تاریخ پنجاب ص 44 اور معاصر الامرا: ص 633 اور 141 سے پتہ چلتا ہے کہ فرید بخاری کے نام سے دہلی کے قریب ایک شہر فرید آباد بھی قائم ہوا۔ شیخ فرید نے لاہور میں اپنے نام کا ایک محلّہ بھی آباد کیا تھا۔ اس کے علاوہ مارکیٹ میں ایک غسل خانہ بھی تعمیر کروایا تھا۔ وہ بے حد اثر ورسوخ والی شخصیت تھے۔ سلطان خسرو اور جہانگیر کے معاملات میں بادشاہ کے حق میں اہم کردار ادا کیا تھا۔ مارکیٹ اور سرائے میں ایک خوبصورت مسجد بنوائی۔ غالبًا اسی مسجد کو فرید بخاری مسجد کہا جاتا ہے۔ جو آجکل سوتر منڈی اندرون لاہوری دروازہ لاہور میں موجود ہے۔ اسے حمام والی مسجد بھی کہا جاتا ہے۔

تھا۔[1] کچھ عرصہ لاہور کے بھی گورنر رہے۔ یہاں ہی 1025ھ/ 1616ء میں فوت ہوئے اور دہلی میں دفن ہوئے۔[2] یہ مسجد انہوں نے چھٹے عالمگیری جلوس 1020ھ/ 1611ء میں بنوائی۔ ولیم فنچ (William Finich) نے عالمگیری عہد میں1020ھ/ 1611ء میں جو سفر نامہ لکھا ہے۔ اُس میں اُس نے اس مسجد کی خوبصورتی کا ذکر کیا ہے۔[3] جس سے پتہ چلتا ہے کہ مسجد 1015ھ/ 1020ھ کے دوران تعمیر ہوئی۔ جبکہ عبدالوہاب متقی اسکی تعمیر سے کم از کم پندرہ برس قبل 1001ھ میں وفات پا چکے تھے۔ اس لیے اس مسجد میں نوشہ صاحبؒ کی اُن سے ملاقات بعید از قیاس ہے۔

(ج) مسجد فرید بخاری شاہ جہان کے عہد میں موجود تھی۔ کیونکہ یہ مسجد اس دور سے کافی عرصہ پہلے تعمیر ہو چکی تھی۔ شیخ فرید کے متعلق ان کے ایک ہم عصر شیخ معروف بھکری لکھتے ہیں:

............وخلق وتواضع و ملائمت خاصہ صفات او بودہ۔ ہیچ کس را درشتی نہ کردہ و در لاہور و اکبر آباد و دہلی وفرید آباد و رباط، سرا وکٹہرا و خانقاہ و تالاب بنا نمودہ و امام و موذن و جاروب کش در مساجد مقرر کردہ۔ حاصل بازار وکٹہرا رابصرف ماہیانہ آں مردم کردہ سراہارا وقف کردہ کہ مردم آئندہ د روندہ بے اجورہ بودہ باشند وخرچ بھٹیار ہا کہ نگہبان سرا و دروازہ انداز و کاکین کہ بنا کردہ اوست بودہ باشد۔ آنچہ درعلم صفات حسنہ منحصر بر ذات حمیدہ صفات ومحسن عادات او بودہ"[4]

1- تزک جہانگیری۔ اردو ترجمہ، جلد اول لاہور 1968ء ص149
2- دربار ملی اردو ترجمہ۔ مجلس ترقی ادب لاہور 1966ء ص515
3- جرنل پنجاب ہسٹاریکل سوسائٹی لاہور، 1914ء
4- شیخ معروف بھکری: ذخیرہ الخوانین۔ کراچی 1961ء جلد اول ص145

کنہیا لال اور مفتی غلام سرور کے قول کے مطابق شاہ جہانی عہد میں عبدالوہاب قادری اس مسجد کے امام تھے۔ جن کا وصال 1085ھ میں ہوا۔ مسجد فرید بخاری عبدالوہاب متقی کے وفات کے کافی عرصہ بعد تعمیر ہوئی۔ اسلئے اغلب ہے کہ نوشہ صاحبؒ کی ملاقات عبدالوہاب قادری (م 1085ھ) کے ساتھ ہوئی ہوگی۔ جسے ثواقب المناقب کے مصنف نے غلطی سے عبدالوہاب متقی لکھ دیا ہے۔ جبکہ تذکرہ نوشاہی کے مصنف نے لفظ متقی نہیں لکھا۔

''در آں زماں شیخ عبدالوہاب نام بزرگ در مسجد فرید بخاری می بودند''[1]

(د) ثواقب المناقب، تذکرہ نوشاہی اور مراۃ الغفوریہ سے پتہ چلتا ہے کہ لاہور سے واپسی پر آپ کو خیال آیا کہ کسی کامل مرشد کے ہاتھ پر بیعت کرنی چاہیے آپ نے ملا کریم الدین جو کالوی کی شہرت سن رکھی تھی۔ چنانچہ ان کی خدمت میں حاضر ہوئے تو وہ آپ کو ہمراہ لے کر حضرت سخی شاہ سلیمان نوریؒ کی خدمت میں بھلوال لے گئے۔ سخی صاحبؒ نے آپ کو دیکھتے ہی فرمایا: میں ایک عرصے سے اس نوجوان کا منتظر ہوں۔ پھر آپ کو اپنی بیعت میں لے لیا۔[2] اُس وقت حضرت نوشہ صاحبؒ کی عمر 29 برس تھی۔[3] شرافت نوشاہی[4] اور برق نوشاہی[5] نے بیعت کے وقت آپ کی عمر 29

1- تذکرہ نوشاہی (قلمی) ص 93
2- تذکرہ نوشاہی، قلمی ص 97-98، ثواقب المناقب ص 108
3- عمر بخش رسول نگری: مناقبات نوشاہی (قلمی) مکتوبہ 1310ھ کتب خانہ شرافت نوشاہی ساہنپال گجرات ص 73
4- تذکرہ نوشہ گنج بخش ص 41
5- نوشہ پیر ص 27

برس ہی لکھی ہے۔ تذکرہ نوشاہیہ سے پتا چلتا ہے کہ جب آپ لاہور تشریف لے گئے تھے تو :

''دریں اثناء بادشاہ وقت شاہجہاں در لاہور بود''[1]

شاہ جہان نامہ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس وقت شاہ جہان کا ساتواں سال جلوس اور 1043ھ تھا۔[2] ان تمام اندرونی شہادتوں سے پتہ چلتا ہے کہ جب نوشہ صاحبؒ پہلی مرتبہ 1043ھ میں لاہور آئے تھے اُس وقت آپ کی عمر 29 سال تھی۔ اگر 1043ھ میں سے 29 تفریق کر دیئے جائیں تو آپ کی ولادت 1014ھ/ 1605ء بنتی ہے۔ سلسلہ نوشاہیہ کے بنیادی مآخذات کے واقعات اور شہادتوں کی روشنی میں یہی سن ولادت درست معلوم ہوتا ہے۔

ولادت کے متعلق پیشین گوئیاں

نوشاہی سلسلے کی مطبوعہ اور غیر مطبوعہ کتب میں اس امر کی بہت سی شہادتیں ملتی ہیں کہ حضرت نوشہؒ کی ولادت سے قبل بہت سے بزرگوں نے پیشین گوئیاں کی تھیں۔

1- تذکرہ نوشاہی کے مصنف کے مطابق نوشہ صاحبؒ کے والد نے جب چھٹی مرتبہ حج کا ارادہ کیا تو گھر سے رخصت ہوتے ہوئے اپنی اہلیہ کو نوشہ صاحبؒ کی ولادت اور شخصیت کے بارے میں بشارت دیتے ہوئے فرمایا کہ ہمارے گھر میں جنم لینے والا بچہ دین کا پہلوان ، وقت کا قطب اور بلند رتبے کا مالک ہوگا۔[3] اُس کا نام حاجی محمد رکھنا احتیاط اور خیال سے پرورش کرنا۔[4] مولوی اشرف مچہری نے اس بیان کی تصدیق یوں کی ہے:

1- تذکرہ نوشاہی (قلمی) دانشگاہ پنجاب ذخیرہ شیرانی نمبر 6188 ورق 14 ب
2- محمد صالح کنبوہ: شاہ جہاں نامہ مطبوعہ اردو مرکزی بورڈ لاہور 1976ء جلد دوم ص 8
3- تذکرہ نوشاہی۔ (قلمی) ص 72
4- ایضاً

کہ حق باتُو فرزند نیکو دہد   کہ او قطبِ دورِ زمانہ شود
ولی نام حاجی محمد نہی   دہد حق باو خلعتِ نوشہی[1]

2- آپ کے چچا رحیم الدینؒ نے آپ کے بلند مرتبے کی نوید سنائی۔[2] آپ کے مرشد حضرت سخی شاہ سلیمان نوریؒ نے بھلوال سے آ کر آپ کی والدہ کو بشارت دیتے ہوئے فرمایا:

''بشارت دادند کہ یا بی بی فرزندی بخانہ تو شود کہ از فیض او عالم بہرہ مند خواہد شد۔ ہرگاہ اوتولد شود مارا خبر خواہید کرد۔''[3]

3- حضرت معروف خوشابی (م 987ھ/ 1579ء)[4] نے سخی شاہ سلیمان نوریؒ کو خرقہ خلافت عطا کرتے ہوئے بشارت دی تھی کہ اس خلافت کا وارث حاجی نوشہ ہوگا۔[5]

4- حضرت سید مبارک حقانیؒ نے شاہ معروف خوشابی کو خانوادہ جدید کی جو بشارت دی تھی اُس سے مراد نوشہ صاحبؒ کی ذات تھی۔ آپ سے ہی خانوادہ نوشاہی کا آغاز ہوا۔[6]

5- شریف التواریخ کے مصنف کے مطابق حضرت داوًد قیصری (شارح فصوص الحکم) اور حضرت غوث الاعظمؒ نے بھی آپ کی ولادت کی پیش گوئی کی تھی۔[7]

1- کنز الرحمت ص 32
2- تذکرہ نوشاہی ص 64
3- ایضاً ص 72
4- خزینۃ الاصفیاء ص 207
5- تذکرہ نوشاہی ص 38
6- ایضاً ص 32
7- شریف التواریخ جلد اول ص 937

مناقبات نوشاہی کا مصنف لکھتا ہے کہ غوث الاعظمؒ نے اپنے بیٹے سید سیف الدین عبدالوہاب کو بشارت دی تھی کہ اُن کے سلسلے میں حاجی محمد نوشہ پیدا ہونگے اور انکے سلسلہ قادریہ کوعروج بخشیں گے۔(1)

پیدائشی ولایت اور بچپن کی کرامتیں

سلسلہ نوشاہی کی کتب میں آپ کے بچپن کی کچھ ایسی کرامات موجود ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ آپ مادر زاد ولی تھے۔ثواقب المناقب ،تذکرہ نوشاہی، کنز الرحمت، تحائف قدسیہ اور مراۃ الغفوریہ میں آپ کی ان گنت کرامات درج ہیں لیکن طوالت کے خوف سے ہم یہاں صرف دو ایک کا ذکر کریں گے۔ ایک مرتبہ آپ کی والدہ آپ کو پالنے میں لٹا کر آٹا گوندھنے میں معروف ہوگئیں۔ پڑوسن نے پیار کی غرض سے آپ کو گود میں اٹھانا چاہا تو وہ پالنے میں سانپ دیکھ کر ڈر گئی۔ اُس نے شور مچایا۔ آپ کی والدہ نے آ کر دیکھا تو آپ غصے کی کیفیت میں سوئے ہوئے تھے۔ آپ کی والدہ نے اُس عورت سے پوچھا تو پتا چلا کہ وہ اُس وقت ناپاک تھی۔(2) انہوں نے عورت سے کہا۔

بگفتش چو باشی تو ناپاک تن　　　نیائی بہ نزدیک فرزند من(3)

جب آپ نے گھٹنوں کے بل چلنا شروع کیا تو حویلی میں گھر والے مویشی باندھے تھے۔اچانک مویشی مرنے لگے۔ ان دنوں اتفاق سے آپ کے مرشد حضرت

1- مناقباتِ نوشاہی (قلمی) ص 61 - 50

[قادری سلسلے کے کسی معتبر ماخذ سے اس کی تصدیق نہیں ہوتی معلوم نہیں یہ حوالے کہاں سے لیے گئے ہیں]

2- تذکرہ نوشاہی (قلمی) ص 73

3- کنز الرحمت ص 35

سخی شاہ سلیمان نوریؒ وہاں تشریف لائے ہوئے تھے۔ انہوں نے آپ کی والدہ سے فرمایا کہ اب حاجی محمد نے گھٹنوں کے بل چلنا شروع کر دیا ہے اور انہیں کھیلانے کے لیے آسمان سے فرشتے نازل ہوتے ہیں۔ مویشیوں کا گوبر ان کے جسم مبارک کو لگ جاتا ہے تو اس بے ادبی کے سبب مویشی مرتے جاتے ہیں۔ لہٰذا بہتر یہ ہے کہ مویشی اب حویلی سے باہر باندھا کرو۔ گھر کے افراد نے اس نصیحت پر عمل کیا تو مویشی بچ گئے۔ [1]

ابتدائی تعلیم اور تربیت

آپ کے والد شیخ علاء الدینؒ نے پیادہ پا سات حج کیے۔ اس لیے اُن کی زندگی کے بیشتر ایام حالت سفر میں گزرے۔ نوشہ صاحبؒ کی ولادت کے وقت بھی وہ حج کیلئے گئے ہوئے تھے۔ چنانچہ آپ کی تربیت آپ کی والدہ اور چچا شیخ رحیم الدین نے کی۔ جب آپ کے والد حج سے واپس تشریف لائے اُس وقت آپ پانچ برس کے تھے۔ لہٰذا ابتدائی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی۔ [2] پھر موضع جاگوتارڑ کے مدرسہ میں حافظ قائم الدین کے شاگرد ہوئے۔ [3] مولوی نور احمد چشتی نے آپ کے استاد کا نام حافظ بڈھا لکھا ہے۔ [4] شروع شروع میں آپکی زبان سے الفاظ کا صحیح مخرج ادا نہیں ہوتا تھا۔ ایک رات خواب میں دو فرشتے آئے اور کہنے لگے حاجی محمد! ہم اللہ تعالیٰ کے حکم سے آپ کو قرآن پاک سکھانے کیلئے آئے ہیں۔ ایک فرشتے نے اپنی دو انگل آپ کے منہ میں رکھیں اُس کی برکت سے آپ کو قرأت اور الفاظ کے جملہ مخارج

1- تذکرہ نوشاہی (قلمی)، ص 75-74

2- تذکرہ نوشاہی (قلمی) ص 102

3- ایضاً

4- تحقیقات چشتی ص 249

آسان ہوگئے اور آپ نے صرف چند ماہ میں قرآن حفظ کر لیا۔[1] آپ کی قرأت اور مخرج الفاظ سُن کر اساتذہ حیران رہ گئے۔ جب ایک اُستاد نے دریافت کیا تو آپ نے خواب میں فرشتوں سے ملاقات کا واقعہ بے کم و کاست سنا دیا۔ استاد صاحب نے پرخلوص لہجے میں کہا:

''الحال شمارا احتیاج بخواندن پیش ما نیست، لیکن الحمدللہ کہ چند سبق پیش ما گرفتند۔ شاید فردا بہ برکت ہمیں سبق ہا در آخرت نجات ما شود''،[2]

بعد ازاں آپ نے فقہ، حدیث، نحو، منطق، فلسفہ، ادب کلام معانی تفسیر اور موسیقی کے علوم پر عبور حاصل کیا۔ برق نوشاہی کی تحقیق کے مطابق آپ نے شیخ حقو (شیخ عبدالحق) کے مدرسہ میں بھی تعلیم حاصل کی۔[3] لیکن شرافت نوشاہی کی تحقیق کے مطابق شیخ حقو آپ کے زمانے کے بعد ہوئے۔ اس لئے نوشہ صاحبؒ کا شیخ حقو کے مدرسے میں تعلیم حاصل کرنا ثابت نہیں ہوتا۔[4] شرافت نوشاہی نے تذکرہ نوشاہی کے حوالے سے لکھا ہے کہ نوشہ صاحبؒ نے تعلیم کے حصول کے ساتھ ساتھ کئی ایک فنون میں بھی مہارت حاصل کی تھی۔ جن میں سے کاغذ پر سونے کی پان چڑھانا، روشنائی بنانا، ادویات تیار کرنا، دریا میں تیراکی، نشانہ بازی، تلوار چلانے کا فن، گھوڑ سواری اور پہلوانی وغیرہ کا ذکر ملتا ہے۔[5] تذکرہ نوشاہی کے جس قدر نسخے ہماری نگاہوں سے گزرے ہیں اُن میں سے کسی ایک میں بھی ان فنون کا ذکر نہیں ہے۔ البتہ تذکرہ نوشاہی میں آپ کا یہ فرمان ضرور درج ہے:

1- تذکرہ نوشاہی (قلمی) ص 83-82
2- تذکرہ نوشاہی ص 84
3- نوشہ پیر ص 26
4- گنج شریف پنجابی ص 20
5- ایضاً

''بعد از فراغ تجوید قرآن از صحبت سراسر بہجت وحصولِ مسائل اصول
و فرائض و سنن و مستحبات و فروغ آں کہ از مقال ہمہ حال من
گشتند۔''(1)

عبادت وریاضت

نوشہ صاحبؒ دینی اور دنیاوی علوم کی تکمیل کے بعد اپنا زیادہ وقت عبادت
اور ریاضت میں گزارنے لگے۔ شیخ محمد حیات لکھتے ہیں:

''تمام شب بر کنارۂ دریا بیادحق مشغول می بودند و روزانہ در مسجد کہ
بموضع بود پنج وقت نماز با جماعت می خواندند۔''(2)

بقول مفتی غلام سرور لاہوری:

'' چوں نوشہ بعمر ہفتدہ سالگی رسید۔ ترک دنیا وصحبت اقربا نمود۔
درنیستان ساندل بار بجائے کہ ویرانہ عظیم بود تشریف بُرد و بزہد و
ریاضت مشغول گشت''(3)

مرزا اختر کیرانوی نے لکھا ہے کہ آپ نو سال کی عمر میں عبادت اور ریاضت

1- تذکرہ نوشاہی (قلمی) ص 102,3
2- تذکرہ نوشاہی (قلمی) ص 82
3- خزینۃ الاصفیا (فارسی) ص 180 یہاں مفتی صاحب کا ساندل بار کا حوالہ غلط ہے کیونکہ ساندل بار فیصل آباد کا علاقہ ہے۔ نوشہ صاحبؒ کا یہاں تشریف لانا ثابت نہیں ہوتا۔ شرافت نوشاہی نے اسے گوندل بار کا علاقہ بتایا ہے۔ جو گجرات میں ہے۔ یہ بھی غلط ہے۔ کیونکہ اس زمانے میں اس علاقے کو ساندر بار کہا جاتا تھا۔ جو گھگانوالی کے نزدیک ویران بیابان تھا۔ اب یہ علاقہ آباد ہو چکا ہے۔ اس کی کچھ زمین گھگانوالی کے رقبہ میں شامل ہے۔ (بحوالہ مسل حقیت محکمہ مال تحصیل پھالیہ)۔ مفتی صاحب کی حدیقۃ الاولیاء کے ص 23 پر بھی یہی غلطی موجود ہے۔

میں مشغول رہنے لگے تھے اور چھ برس تک آپ کا یہ معمول رہا کہ ساری رات دریا کنارے عبادت میں مشغول رہتے اور دن کے وقت مسجد میں تلاوت قرآن پاک میں مصروف رہتے تھے۔[1] تذکرہ صوفیائے پنجاب کے مصنف اعجاز الحق قدوسی نے بھی لکھا ہے کہ آپساندل بار کے جنگلوں میں مجاہدات کرتے رہے۔[2] تذکرہ نوشاہی کے مصنف کے قول کے مطابق عالم شباب ہی میں عشق الٰہی آپ کی طبع پر غالب رہا اور آپ سب کچھ ترک کر کے جنگل میں چلے گئے جہاں پانچ پانچ میل دور دور تک آبادی کا کوئی نشان نہ تھا۔ آپ عبادت الٰہی میں ساری رات کھڑے رہتے اور دن کو روزہ رکھتے تھے۔جنگلی پھل پھول سے افطاری کرتے تھے۔ ایک دن ایک زمیندار کو علم ہوا کہ آپ یہاں عبادت میں مشغول ہیں وہ آپ کا عقیدت مند بن گیا اور ہر روز دودھ کا ایک پیالہ خدمت میں پیش کرنے لگا آپ اُسی سے روزہ افطار فرماتے۔[3] دھیرے دھیرے لوگوں کو پتہ چل گیا کہ آپ کا ڈیرہ جنگل میں ہے۔[4]

1- تذکرہ اولیائے ہند و پاکستان جلد نمبر 3 ص 70

2- اعجاز الحق قدوسی نے بھی مفتی غلام سرور کی طرح ساندر بار کو ساندل بار لکھا ہے جو غلط ہے۔

3- تذکرہ نوشاہی ص 81

4- قدیم زمانے میں جنگلوں میں عبادت کرنے کا عام رواج تھا۔ حضرت میاں میر صاحب مریدوں کو فرماتے تھے کہ عبادت کے لئے جنگلوں اور ویرانوں میں جانا بہتر ہے۔لیکن جب جاؤ کھا کر جاؤ یا ساتھ لے جاؤ۔ اس میں دو مصلحتیں ہیں کہ سالک کو بھوک سے بڑھ کر کوئی خطرہ نہیں ہوتا۔ ایسے حوالے احادیث میں بھی ملتے ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ حضورﷺ غار حرا میں حق کی عبادت میں مشغول رہتے تھے۔ جب گھر والوں سے ملنے کی خواہش ہوتی تو گھر تشریف لاتے۔ جاتے ہوئے کھانے پینے کا سامان ساتھ لے کر جاتے۔ (سکینۃ الاولیا ص 28)

پاکیزہ شباب

عالم شباب میں نوشہ صاحبؒ اپنے ہم عمر ساتھیوں میں طاقتور اور مضبوط جسم والے نظر آتے تھے۔ تیس برس کے جوان کو بھی آپ کے ساتھ مقابلہ کرنے کی جرأت نہ ہوتی تھی۔[1] مرزا احمد بیگ نے آپ کی جوانی کے زمانے کی جرأت کا ایک واقعہ یوں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ ڈاکوؤں کے بڑے گروہ نے آپ کے گاؤں پر حملہ کر دیا۔ گاؤں والوں نے ان کا مردانہ وار مقابلہ کیا۔ مگر ڈاکوؤں کا پلہ بھاری رہا۔ گاؤں والے حوصلہ ہار گئے۔ مگر نوشہ صاحبؒ اکیلے ہی ڈاکوؤں کا مقابلہ کرتے رہے۔ آپ کے ہاتھ میں کمان تھی۔ جو بھی سامنے آتا وہ تیر کا ہدف بن جاتا۔ گاؤں کے سردار نے جب آپ کی اس قدر بہادری دیکھی تو گاؤں والوں کو غیرت دلائی۔

"اے نامرداں یک طفلِ خورد سال تمام فوج غنیم را عاجز نمودہ شما کجا می روید"[2]

آپ کے ساتھ مل کر گاؤں والوں نے ایسا بھر پور حملہ کیا کہ ڈاکوؤں کے پاؤں اکھڑ گئے اور وہ سر پر پاؤں رکھ کر بھاگ نکلے۔ آپ اپنے دوستوں کے ہمراہ لاہور کی سیر کے لئے تشریف لائے تو اُن دنوں بیجاپور سے آئے ہوئے ایک شاہی پہلوان کا بہت چرچا تھا۔ آپ بھی اُسے دیکھنے کے لئے چلے گئے۔ اُس وقت وہ اپنے پٹھوں (شاگردوں) کو داؤ پیچ سکھا رہا تھا۔ وہ آپ کے مضبوط اور کسرتی جسم کو دیکھ کر آپ کو پہلوان سمجھا اور کہنے لگا اگر آپ چاہیں تو میرے کسی شاگرد کے ساتھ کشتی لڑ سکتے ہیں۔ آپ نے جواب دیا کہ شاگرد کے ساتھ کیوں اُستاد کے ساتھ کشتی لڑوں گا اور اسے ہاتھ آگے بڑھانے کے لیے کہا:

1- کنز الرحمت ص 34

2- تذکرہ نوشاہی (قلمی) ص 87

''بیادست مارا بگیر یا دست بدست من بده، از ہمیں زور معلوم
خواہد شد''[1]

آپ نے اُس کا ہاتھ اس قدر زور سے دبایا، قریب تھا کہ ہاتھ کی انگلیوں سے خون بہنے لگتا اُس نے اُسی وقت آپ کی طاقت کا اعتراف کرلیا۔[2] آپ نے نصیحت فرمائی کہ اگر اللہ تعالیٰ نے تجھے اس قدر طاقت دی ہے تو تکبر نہ کر۔ طاقت سنبھال کر رکھ۔ طاقت اور زور والا شخص پہلوان نہیں ہوتا۔ پہلوان وہ ہوتا ہے جو غصے پر قابو پالے۔ اس بات سے پتا چلتا ہے کہ آپ کس قدر متحمل مزاج اور عاجزی پسند تھے۔ اس قدر طاقت کے مالک ہوتے ہوئے بھی آپ نے کبھی کسی کا دل نہیں دکھایا۔ کسی کو اذیت نہیں دی۔

تذکرہ نوشاہی کے مصنف نے مرزا احمد بیگ کے حوالے سے کچھ جنگوں میں آپ کا شریک ہونا بھی لکھا ہے۔[3]

حلیہ

جوانی میں آپ کا قد لمبا، جسم مضبوط، رنگ گندمی تھا۔ ماتھا چوڑا (جو خوش بختی کی علامت سمجھا جاتا ہے) آنکھیں موٹی اور روشن، منہ درمیانہ، دانت چمکدار، رخسار بھرے ہوئے اور چمکیلے، بھرپور داڑھی، چوڑا سینہ، مضبوط بازو، سر کے بال کبھی چھوٹے ہوتے تو کبھی دراز زلفیں۔ صفائی کا خاص خیال رکھتے تھے۔ چلنے پھرنے میں وقار جھلکتا تھا۔[4]

1- ثواقب المناقب ص 107

2- ایضاً

3- مرزا احمد بیگ اور شیخ حیات نے جنگوں کے نام نہیں لکھے۔ ممکن ہے اس زمانے میں کچھ قبائل کے درمیان معرکہ آرائیاں ہوئی ہوں، جنہیں جنگ کا نام دے دیا گیا ہو۔

4- شریف التواریخ جلد اول ص 945

لباس

آپ بے حد سادہ طبع تھے۔ لباس ہمیشہ درویشانہ ہوتا تھا۔ عام طور پر کھدر استعمال کرتے تھے۔ موسم سرما میں کمبل یا کھیس اوڑھتے تھے۔ دھوتی اور سر پر کپڑے کی ٹوپی اور کبھی کبھی پگڑی باندھتے تھے۔ اکثر کپڑے سفید پہنتے تھے۔ کبھی کبھار سبز، گیرو اور سرخ لباس زیب تن فرماتے۔ لیکن ہر وقت صفائی پیش نظر رہتی۔ [1]

شادی

آپ بچپن سے ہی عبادت اور ریاضت کے عادی ہو گئے تھے۔ جوانی میں ظاہری علوم سے فارغ ہو کر اکثر ویران اور سنسان مقامات پر عبادت میں مصروف رہتے تھے۔ آپ کی والدہ کو خیال آیا کہ اگر میں نوشہ کی شادی کر دوں تو شاید یہ گھر میں رہنے لگیں اور جنگلوں بیابانوں میں جانا چھوڑ دیں۔ چنانچہ انہوں نے گھگانوالی کے نزدیک ایک گاؤں نوشہرہ تارڑاں کے ایک بزرگ شیخ فتح محمد کی بیٹی کے ساتھ آپ کا نکاح کر دیا۔ تذکرہ نوشاہی کا مصنف لکھتا ہے کہ:

> ''حضرت بی بی را بخاطر شریف آمد کہ اگر کتخدائی ایشاں را بکنم شاید کہ بایں سبب در ایں سر زمین اقامت نمائند۔ در موضع نوشہرہ کہ قوم تارڑاں اقامت دارند از قوم خود درآں موضع شخصے خوب مرد بود۔ حضرت شاہ را در آنجا منسوب ساختند۔ بعد چند روزی کہ کتخدائی حضرت شد۔'' [2]

شادی کے وقت آپ کی عمر بیس (20) برس تھی۔ [3] مولوی نور احمد چشتی نے شیخ فتح محمد کی کنیت ابونصر لکھی ہے۔ [4]

1- شریف التواریخ جلد اول ص 945

2- تذکرہ نوشاہی قلمی ص 81۔ نوشہرہ تارڑاں گھگانوالی سے چار میل دور مشرق میں واقع ہے۔

3- ماہنامہ القادر نوشاہی، مدیر محمد حامد شاہ حامد گورداسپور گمٹالہ نومبر 1924ء ص 29

4- تحقیقات چشتی ص 249

سیر وسیاحت

شادی کے بعد آپ کو "سیـــروفـــی الارض" کا شوق ہوا۔ چنانچہ مختلف بزرگان دین کے مزارات کی زیارت کا ارادہ کیا۔ چند دوستوں کے ہمراہ لاہور تشریف لائے۔ حضرت داتا گنج بخشؒ کے مزار اقدس پر چالیس روز چلہ کشی کی اور باطنی فیض حاصل کیا۔[1] اُس زمانے کے مشہور بزرگ حضرت میاں میرؒ دیگر علماء اور بزرگان دین سے ملاقات کا شرف حاصل کیا۔ شیخ محمد حیات نے تذکرہ نوشاہی میں شیخ عبدالوہاب سے ملاقات کا خاص طور پر ذکر کیا ہے۔[2] جو اس وقت مسجد فرید بخاری میں امام تھے۔[3] صداقت کنجاہی نے عبدالوہاب قادری کی بجائے غلطی سے متقی لکھ دیا ہے۔[4] حالانکہ عبدالوہاب متقی (م 1001ھ) کی لاہور میں آمد کسی طور بھی ثابت نہیں ہوتی۔ جبکہ مسجد فرید بخاری ان کی وفات کے تقریباً پندرہ برس بعد تعمیر ہونا شروع ہوئی۔ اس لیے مسجد فرید بخاری میں انکی نوشہ صاحبؒ سے ملاقات بعید از قیاس ہے۔ اصل میں نوشہ صاحبؒ کی ملاقات شاہ جہانی عہد کے بزرگ عبدالوہاب قادری (م 1085ھ) سے ہوئی تھی۔ جو اُس مسجد کے امام تھے۔[5]

نوشہ صاحبؒ نے پنجاب سے باہر کے علاقوں کا بھی سفر اختیار کیا۔ جن میں سے مصر کا سفر خاص طور پر قابل ذکر ہے۔ اس دوران میں آپ نے سات حج کئے۔[6] نسب نامہ سادات کے مؤلف نے لکھا ہے کہ نوشہ صاحبؒ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ

1- ماہنامہ القادر نوشاہی، شمارہ فروری 1925ء ص 20

2- ایضاً ص 21

3- تذکرہ نوشاہی (قلمی) ص 93

4- ثواقب المناقب ص 105

5- عبداللہ چغتائی ڈاکٹر: تاریخی مساجد لاہور 1976ء ص 43

6- ہاشم شاہ تھرپالوی۔ چہار بہار، مرکز تحقیقات فارسی ایران، پاکستان اسلام آباد، ص 65,71

کے حکم کی تعمیل میں بغداد سے چل کر پنجاب آئے تھے:

"کیفیتِ ایشاں حاجی الحرمین لقب ایشاں حاجی گدائی، نام اوشاں نعمت اللہ ونوشہ گنج بخش ونوشہ ہادی بھورے والا، چوں حضرت قدوۃ السالکین و زبدۃ العارفین، سراج العاشقین حضرت شیخ اللہ گرانمایہ از بغداد ارزانی فرمودند"(1)

شرافت نوشاہی نے اسی بیان کے پیش نظر لکھا ہے کہ نوشہ صاحبؒ بغداد بھی گئے تھے۔(2) حالانکہ تاریخی اعتبار سے اس کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ کیونکہ حضرت نوشہ صاحبؒ اور حضرت غوث الاعظم (ولادت 470ھ) کے درمیان پانچ سو سالوں سے بھی زیادہ فرق ہے۔ دونوں شخصیات کے ادوار مختلف ہیں۔ اس لئے ملاقات اور حکم دینے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ تذکرہ نوشاہی یا دیگر خاندانی تذکروں میں سے اس واقعہ کی کوئی شہادت نہیں ملتی کہ آپ کبھی بغداد تشریف لے گئے تھے۔ علاوہ ازیں یہاں یہ امر بھی قابل غور ہے کہ نسب نامہ سادات میں آپ کا اسم گرامی اور لقب بھی درست نہیں دیا گیا۔ اس بنا پر یہ نتیجہ اخذ کرنا بے جا نہ ہوگا کہ ناقص اور غیر معتبر معلومات کی بنا پر یہ کتاب کسی بھی حوالے کے لیے قابل اعتبار نہیں۔

حق کی جستجو، ریاضت اور مجاہدہ

شادی کے بعد آپ نے عبادت اور ریاضت کی غرض سے ویرانوں میں جانا کم کر دیا۔ مگر معمول میں سر مو فرق نہ آیا۔ شادی کے بعد آپ نے گھگانوالی کو چھوڑ کر نوشہرہ تارڑاں میں رہائش اختیار کر لی۔(3) اسکی خاص وجہ یہ تھی کہ نوشہرہ تارڑاں سے دریائے چناب بہت نزدیک تھا۔

1- نسب نامہ سادات (قلمی) دانشگاہ پنجاب ذخیرہ شیرانی نمبر 2209 / 5219 ورق 72
2- چہار بہار، مرتبہ شرافت نوشاہی ص 71 - 95
3- تذکرہ نوشاہی (قلمی) ص 82